مہذب بھیڑیئے

آذر تمت



عمران، ایکسٹو، بلیک زیرو،
صفدر اور جولیا کے کارنامے

مہذب بھیڑیئے

آذر تمنا

قیمت : ۵۰/۔ روپے

باراوّل ۱۹۸۳ء

ناشر: نیا مکتبہ اقرا، ۱۴ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

پہلے لمحے میں جولیا کو یہ سب کچھ ایک خواب سا لگا۔ اس نے جانا کہ جو بھی کچھ وہ دیکھ رہی ہے یہ سب ایک خواب کا منظر ہے لیکن فوراً ہی اس کی یہ غلط فہمی دور ہو گئی۔

وہ تینوں آدمی جو اس کے گرد کھڑے تھے کسی خواب کے خیالی کردار نہیں تھے وہ حقیقی معنوں میں اس کے بیڈ روم میں موجود تھے اور اس وقت اس کے بیڈ کے گرد کھڑے تھے۔ اپنے لباسوں اور شکلوں سے وہ زیر زمین سرگرمیوں سے تعلق رکھنے والے ہی دکھائی دیتے تھے۔ ان کے چہرے کھردرے اور کرخت تھے۔ بیڈ روم کی مدھم روشنی میں جولیا ان کی شکلوں کو واضح طور پر نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن وہ اس طرح کے لوگوں کو پہچاننے کا برسوں پرانا تجربہ رکھتی تھی۔ اس کا دل زور سے دھڑکا اور وہ چادر کو اپنے گرد لپیٹ کر بستر پر اٹھ بیٹھی۔

کے بعد دوسرا سوال کر دیا۔ وہ بڑی طرح بوکھلائی ہوئی اور سہمی ہوئی تھی۔ اپنے فلیٹ میں تنہا رہتی تھی اور ایک عورت کی حیثیت سے تنہا رہائش رکھتے ہوئے اسے کبھو خوف یا پریشانی کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ لیکن بہرحال ایک عورت تھی۔ چاہے اس کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہی کیوں نہ تھا لیکن ایک تنہا فلیٹ میں اپنے بیڈ روم میں بیڈ کے گرد تین مردوں کو پُر اسرار انداز میں کھڑے ہوئے دیکھ کر اس کا دہشت زدہ ہونا ایک نسوانی فطرت کا مظاہرہ تھا

"کک... کیا چاہیے تمہیں!"

جولیا نے یہ جملہ اس طرح ادا کیا تھا جیسے بچہ کسی غیر مانوس چیز کو اپنی طرف لپکتے دیکھ کر خوف زدگی کے ساتھ چیخ اٹھتا ہے۔

ان میں سے دو خاموش رہے۔ تیسرا آدمی جو جولیا کے قدموں کی طرف کھڑا تھا۔ ہلکی سی آواز میں ہنسا۔ شاید وہ جولیا کے اس طرح دہشت زدہ ہونے پر لطف اندوز ہوا تھا۔

"کچھ نہیں...!"

اس آدمی نے مدھم اور ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔

"کچھ نہیں ــــ سوائے آپ کے... میڈم!"

میڈم کا لفظ اس نے رُک کر ایک خاص وقفے کے ساتھ ادا کیا تھا جولیا نہیں جان سکی تھی کہ یہ لفظ اس نے طنز کے ساتھ ادا کیا ہے یا ایک عورت ہونے کی حیثیت سے اس کے احترام میں۔

"میں۔۔۔۔"

جولیا کی وحشت میں اور اضافہ ہو گیا۔

"کک۔۔۔ کک۔۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا!"

وہ اس طرح بولی جیسے بس اب رو ہی دے گی!

"مطلب صاف ہے میڈم!"

اس بار دوسرے آدمی نے بہت خوابیدہ سی آواز میں کہا تھا۔ اس کی آواز اتنی سپاٹ اور غیر مانوس تھی کہ جیسے وہ گوشت پوست کا انسان نہ ہو کوئی مشینی کل پرزوں سے بنا ہوا آدمی ہو۔ یا اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جیسے وہ اس زمین کا رہنے والا نہ ہو بلکہ کسی اور ہی سیارے سے تعلق رکھتا ہو۔

"ہم یہاں ـــــ اس بیڈ روم میں صرف اس لیے موجود ہیں کہ ہم آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے!"

"تم۔۔۔ تم۔۔۔ مجھے ساتھ لے جاؤ گے!"

جولیا کے بدن میں منجمد کر دینے والی ایک سرد لہر سی

سے پاؤں تک دوڑ گئی۔

"کہاں... کہاں سے آئے ہو تم لوگ!"

"آپ کو ابھی بتایا گیا ہے کہ ہم کو سوالوں کے جواب دینے کی اجازت نہیں! اٹھیے اور چلیے ہمارے ساتھ...!"

اسی آواز نے اپنی مخصوص آواز میں کہا۔ جولیا نے ایک طائرانہ نظر سے دوبارہ ان کا جائزہ لیا۔ وہ تینوں اپنے ہاتھ باندھے جولیا کے اٹھنے کے منتظر دکھائی دیتے تھے۔

"یہ تینوں نہتے ہیں!"

ایک خیال برق رفتاری کے ساتھ اس کے ذہن کی سکرین پر روشن ہوا۔ سیکرٹ سروس کی طویل ٹریننگ نے جولیا کو اچانک اور غیر متوقع حالات میں بچاؤ کے بہت سے اچانک اور غیر متوقع طریقے سکھا دیئے تھے۔

"کیا تم مجھے لباس بدلنے کی اجازت دے سکتے ہو؟"

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جولیا نے سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز میں قدرے اطمینان کے ساتھ یہ جملہ ادا کیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے بدن کو ڈھانپنے والی چادر ایک کندھے سے ڈھلک گئی تھی اور جولیا کا ایک بازو عریاں ہو گیا تھا۔

"ضرور... لیکن ہم اس کمرے سے باہر نہیں جا سکتے!"

ان میں سے ایک نے نارمل سی آواز سے کہا اور
ں وقت وہ یہ جملہ ادا کر رہا تھا اس کی نظریں جولیا
ے عریاں ہو جانے والے بازو پر جمی ہوئی تھیں۔
"لیکن آپ لوگوں کی موجودگی میں میں بھلا لباس کیسے
بدل....!"
جولیا نے اپنی آواز میں پریشانی پیدا کرتے ہوئے جملہ
ادھورا ہی چھوڑ دیا تھا۔
"ہم آپ کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں"
خوابیدہ آواز والے نے اسی غیر تاثراتی آواز میں کہا۔
اس کی نظریں جولیا کے عریاں بازو کی بجائے اس کی آنکھوں
پر جمی ہوئی تھیں۔
"اور اس بات کا آپ اطمینان رکھیں کہ عورتوں کے
سلسلے میں ہم بہت مہذب اور شریف لوگ ہیں۔ آپ
اطمینان سے لباس بدلیں۔ ہم آپ کی طرف پشت کیے کھڑے
ہیں اور ہماری آنکھیں بند ہیں لیکن جلدی...."
اس نے اپنا جملہ مکمل کیا اور رخ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔
باقی دونوں آدمیوں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔
جولیا نے دیکھا وہ تینوں اس کی طرف پشت کیے کھڑے
تھے۔ ان کے ہاتھ بھی اب سینوں کی بجائے پشت پر بندھے

ہوئے تھے۔ ان کو یوں ساکت کھڑے دیکھ کر جولیا نے محسوس کیا کہ واقعی کم از کم عورتوں کے ساتھ ان لوگوں کا رویہ ضرور مہذب رہا ہو گا۔

نیلے نائٹ بلب کی روشنی میں گہری نظروں سے پورے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے جولیا نے تیزی سے بدن سے لپٹی ہوئی چادر کو اتار پھینکا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر بیڈ کے ساتھ لگی ہوئی تپائی پر پڑا اپنا سلیپنگ گاؤن اٹھا کر پہنا۔ سر کو جھٹک کر بالوں کو کندھوں پر پھینک دیا اور دونوں ہتھیلیوں سے آنکھیں مل کر اپنے آپ کو پوری طرح بیداری میں لانے کی کوشش کی۔

اس کے بعد اس نے گہری نظروں سے اپنے بیڈ روم میں موجود ان تینوں مردوں کو دیکھا تھا جو ابھی تک اس کی طرف پشت کیے اس کے لباس تبدیل کر چکنے کے منتظر تھے۔

"میں تیار ہوں!"

جولیا کا نہایت مختصر جملہ کمرے میں گونجا اور اس کے ساتھ ہی جولیا کا بیڈ روم روشنی میں نہا گیا۔ ان تینوں نے بہت آہستگی کے ساتھ جولیا کی طرف رُخ پھیرا تھا لیکن پھر جوں ہی ان کی نظریں جولیا پر پڑی تھیں وہ بُری طرح چونکے تھے۔ اس طرح جیسے کوئی آدمی بہت ہی غیر متوقع

حادثے پر چونک اٹھتا ہے۔

جولیا کا ایک ہاتھ تپائی پر پڑے اس سوئچ پر تھا جسے بستر پر بیٹھے لیٹے دبا کر چھت سے نصب تیز روشنی والے بلب کو روشن کیا یا بجھایا جا سکتا تھا اور دوسرا ہاتھ ان کی طرف اٹھا ہوا تھا جس میں سیاہ رنگ کا ننھا سا ریوالور چمک رہا تھا۔ یہ ریوالور اس نے اپنے تکیے کے نیچے سے برآمد کیا تھا۔

وہ تینوں اپنی جگہوں پر ساکت کھڑے خاموش، ریوالور کی طرف دیکھتے رہے۔ یہ لمحہ کئی لمحوں پر محیط تھا۔ یہ صورتحال ایسی تھی کہ سب کچھ واضح تھا۔ کسی کو بھی منہ سے کچھ کہہ کر سمجھانے کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی۔

"وی آر ویری سوری میڈم!"

ان میں سے ایک نے آہستہ اور مدہم آواز میں کہا:

"دراصل ہم آپ سے اس کی توقع نہیں کرتے تھے!"

"آئی ایم ویری سوری حضرات!"

جولیا کی آواز اب کافی سنبھلی ہوئی تھی۔

"دراصل میں بھی آپ سے یہ توقع نہیں رکھتی تھی کہ آپ اس طرح میرے بیڈ روم میں ....!"

"آپ کے بیڈ روم میں ہماری موجودگی ایک مختلف بات

ہے میڈم لیکن....!"

خوابیدہ آواز والے نے غیر تاثراتی آواز میں اپنا جملہ مکمل کرنا چاہا تھا لیکن جولیا نے اسے اس بات کی مہلت نہ دی تھی۔ دراصل وہ کھیل کا پانسہ پلٹنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"شٹ اَپ مسٹر!"

جولیا نے تحکمانہ انداز میں کہا:

"اب بولو کون لوگ ہو تو اور مجھے کہاں....!"

"سوری....!"

اسی خوابیدہ آواز میں کہا:

"ہمارے پاس آپ کے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں!"

"او۔ کے....!"

جولیا اب پوری طرح اپنے آپ کو کمانڈنگ پوزیشن میں لا رہی تھی۔

"میں پولیس کو ٹیلی فون کر رہی ہوں۔ جو ہر سوال کا جواب اگلوانے کی مہارت رکھتی ہے.... تم تینوں اُدھر دیوار کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔"

جولیا نے ریوالور کو حرکت دے کر ان کو سامنے کی دیوار کی طرف بڑھنے کے لیے کہا تھا۔ جس پر محض ایک

...ویر ٹنگی ہوئی تھی ورنہ باقی وہ سب صاف تھی۔
ان تینوں نے دیوار کی طرف پلٹ کر دیکھا پھر کسی نے
...ی اس کی طرف بڑھنے میں اعتراض نہیں کیا تھا۔ ڈھیلے
...ے قدموں سے چلتے ہوئے وہ دیوار کے نزدیک پہنچے
... ان میں سے ایک تصویر کے فریم کی دائیں جانب
... باقی دو بائیں جانب کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کے چہرے
...یا کی طرف تھے۔
... اپنے چہرے دیوار کی طرف کر لو!'
جولیا نے بستر پر بیٹھے بیٹھے ان کو حکم دیا۔ اور انہوں نے
... حکم کی تعمیل میں بھی تاخیر نہیں کی تھی۔
جولیا نے سوئچ پر سے ہاتھ ہٹایا اور تپائی کے سرے
...ے ہوئے ٹیلی فون کو اپنی طرف کھسکایا۔ اس کا
...لور والا ہاتھ برابر ان تینوں کی طرف اٹھا ہوا تھا۔
خالی ہاتھ سے اس نے پہلے ریسیور کو اٹھا کر اپنی گود
... رکھا اور پھر ڈائیل پہ کوئی نمبر ڈائیل کرنے لگی۔ نمبر
...نے کے بعد اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔
...سری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔ لیکن ٹیلی فون کوئی نہیں
... رہا تھا۔ یہ رات کے ڈھائی بجے کا وقت تھا۔ جولیا
... بیڈ روم میں لگا ہوا وال کلاک یہ ہی وقت بتا رہا

تھا۔

جولیا ایک دم پریشان ہو گئی۔ آخر یہ نائٹ ڈیوٹی والی پولیس کہاں گئی۔ کیا پولیس اسٹیشن پر اس وقت کوئی نہیں۔ گھنٹی وقفے وقفے سے بار بار بج رہی تھی۔ لیکن جواب ندارد....

لیکن عین اس وقت جب وہ بالکل مایوس ہو رہی تھی دوسری طرف بجتی ہوئی طویل گھنٹی اچانک رُک گئی۔

"ہیلو... سول لائنز پولیس سٹیشن!"

دوسری طرف سے نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

"سول لائنز پولیس سٹیشن...."

جولیا نے تیزی سے کہا،

"دیکھئے میں "سوئٹ ہومز" کے فلیٹ نمبر جی۔نائن سے بول رہی ہوں۔ میرا نام جولیا..."

پورا نام بتانے سے پہلے ہی ریسیور جولیا کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر جا گرا اور جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے اچانک کوئی بھاری بھرکم بوجھ اس پر آن گرا ہو۔ اس کے منہ سے ایک چیخ جیسی درد بھری کراہ نکلی اور وہ تکلیف کی شدت سے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامتی ہوئی بستر پر لڑھک گئی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پرے جا گرا تھا اور وہ تینوں آدمی بہت آہستگی اور اطمینان کے ساتھ جولیا کی طرف

. . . رہے تھے۔

. . . دیوار کے ساتھ وہ کھڑے تھے وہاں سے تصویر والا
. . . ب ہو چکا تھا کیونکہ ان میں سے ایک نے اس فریم
. . . ر جولیا کے کسی غافل لمحے میں اس پر دے مارا تھا۔ فریم
. . . ت جولیا سے ٹکرایا تو اس کے ٹکرانے اور جولیا کے چیخنے
. . . آواز ایک ساتھ کمرے میں ابھری تھی لیکن اب مکمل خاموشی
. . . البتہ تپائی پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کے فرش پر پڑے ہوئے
. . . میں سے ایک مدھم آواز برابر نکل رہی تھی۔

ہیلو ہیلو میڈم جولیا! ہیلو ہیلو۔۔۔

. . . لیکن جولیا دونوں ہاتھوں میں سر کو چھپائے ہوئے بستر پر
. . . پڑی تھی اور وہ تینوں بے آواز قدموں سے جولیا کی
. . . بڑھ رہے تھے۔



عمران نے بیزاری کے ساتھ آنکھیں کھول دیں۔ ایک بار ـــــ دو بار، تین بار۔ اس نے وقفے وقفے سے بجتی ہوئی گھنٹی کو نظر انداز کر دینے کی پوری کوشش کی تھی لیکن گھنٹی کی متواتر ٹرنگ ٹرنگ نے اس کی اس کوشش کو بری طرح ناکام بنا دیا تھا۔

"ابے او کوہِ سلیمان...."

آنکھیں کھول کر عمران نے کوفت بھری آواز میں ہانک لگائی تھی۔ ہانک ختم ہوتے ہی ایک بار پھر گھنٹی نے اپنی تیز آواز میں عمران کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ابے کہاں مر گیا ہے تو۔ دیکھ باہر دروازے پر کون ہے۔" اس نے دوبارہ ہانک لگائی تھی لیکن اس بار بھی سلیمان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

"آج تو اس سالے کی بالکل چھٹی کر دوں گا۔ دو دو طرف سے آوازیں پڑ رہی ہیں لیکن مجال ہے اس بجتی والے کے

پر جوں تک رینگ رہی ہو!"

ان نے غصّے سے بھری ہوئی آواز میں جیسے اپنے
آپ کو مخاطب کر کے بڑبڑاتے ہوئے کہا تھا۔ پھر وہ ایک
جھٹکے سے بستر پر اٹھ بیٹھا تھا۔ دوسرے جھٹکے میں اس نے
لحاف اپنے اوپر سے اتار کر الگ پھینک دیا تھا اور بستر
سے یوں اٹھا تھا جیسے واقعی شدید غصّے کے عالم میں ہو۔
اس کا رخ باورچی خانے کی طرف تھا اور جیسے ہی وہ
باورچی خانے کے دروازے پر پہنچا اس کے غصّے کی آگ اور
بھڑک اٹھی

"ابے کدو کی اولاد بہرا ہو گیا ہے کیا!"

سلیمان گرد و پیش سے بے خبر اپنی دھن میں مگن
گنگناتا، سر ہلاتا، کمر مٹکاتا ہوا ناشتے کی تیاری میں مصروف
تھا۔ عمران کی آواز پر چونک کر اس نے سر اٹھایا اور پھر
عمران کو باورچی خانے کے دروازے پر کھڑے دیکھ کر جیسے
ایک دم سے اس کا انجن فیل ہو گیا۔

"آپ....؟"

اس کی آواز میں حیرت تھی۔

"اتنی سویرے....آپ اور یہاں....؟"

سلیمان کی آواز میں حیرت کے ساتھ ساتھ پریشانی بھی تھی۔

"ہاں!... یہ فرض تو ہے!"
سلیمان نے بہت اطمینان کے ساتھ عمران کی جرح کا جواب دیا۔
"تو پھر اتنی بار گھنٹی بجنے پر تو نے کیوں نہیں دیکھا کہ باہر کون ہے۔ سلیمان تو اتنا لاپراہ اور کاہل ہوگیا ہے اس کا اندازہ مجھے آج.....!"
"لیکن کال بیل تو بجی ہی نہیں...."
سلیمان نے عمران کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی بلند آواز میں کہا:
"آپ جاگ چکے ہیں یا ابھی نیند ہی میں ہیں اپنے نازک اور حسین خواب کے ساتھ.....!"
"ابے مجھے جھٹلاتا ہے.....!"
عمران ایک بار پھر غضب ناک ہوگیا۔
"سن... کان کھول کر سن بھتنی کے انڈے! گھنٹی کی آواز آ رہی ہے یا نہیں...."
گھنٹی کی طویل آواز عمران کا تعاقب کرتی ہوئی باورچی خانے تک پہنچ رہی تھی:
"لیکن یہ دروازے کی کال بیل تو نہیں۔"
سلیمان نے اطمینان سے اپنی اپنی جگہ پر کھڑے گھنٹی

بنے کے دوران ہی کہا تھا۔

"یہ تو ٹیلی فون کی گھنٹی ہے اور ٹیلی فون آپ کے بیڈ روم میں ہے۔ وہی بیڈ روم جس میں سے آپ ابھی ابھی نکل کر میرے سر پر سوار ہو گئے ہیں۔ ویسے بھی آپ نے منع کر رکھا ہے کہ جب آپ گھر پر ہوں تو میں یا اور کوئی ٹیلی فون نہ اٹھایا کریں۔ اب بتایئے! کیا کہتے ہیں بیچ اس مسئلے کے.....!"

"ابے چپ مرغی کے بھتیجے!"

عمران پوری قوت سے چیخا۔

"تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ یہ دروازے کی کال بیل نہیں بلکہ ٹیلی فون کی گھنٹی.....!"

"میرا خیال تھا کہ اتنا فرق تو اب تک آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ کون سی گھنٹی ٹیلی فون کی ہے اور کون سی گھنٹی.....!"

"خاموش....." عمران گرجا۔

"تجھے شرم نہیں آتی اپنے مالک کے سامنے جرح کرتے ہوئے۔ تف ہے سلیمان تیری زندگی پر تف ہے....!"

"زیادہ باتیں ہی بنانا آتی ہیں آپ کو تو....."

سلیمان نے منہ بنا کر اکتاہٹ سے کہا تھا۔

بیڈ روم میں پہنچا لیکن جس وقت اس نے ریسیور اُٹھا کر کان
سے لگایا۔ اس سے پہلے ہی گھنٹی خاموش ہو چکی تھی اور
اُدھر ٹیلی فون کرنے والا طویل انتظار کے بعد دوسری جانب ریسیور
کریڈل پر رکھ چکا تھا۔

"دھت تیرے کی...."

ریسیور کان سے لگانے کے بعد اس نے یہ جملہ لفظ "ہیلو"
کے نعم البدل کے طور پر کہا تھا پھر وہ چند لمحے ریسیور کان
سے لگائے خاموش کھڑا رہا۔ سلیمان اس کے پیچھے پیچھے ہی
آیا تھا اور اب بیڈ روم کے دروازے پر کھڑا تمسخرانہ نظروں
سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں
ڈبل روٹی کا کٹا ہوا سلائس تھا اور دوسرے ہاتھ میں مکھن
لگانے کی چھری۔

"کون بول رہی ہے...."

اس نے عمران کو خاموش کھڑے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا
"تیری خالہ کی حماقی ساس بول رہی ہے!"

عمران نے ریسیور کان سے ہٹاتے ہوئے بل کھاتی ہوئی
آواز میں کہا:

"آ بے.... کرے گا بات....!

اس نے ریسیور سلیمان کی طرف بڑھایا تھا لیکن سلیمان

نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہیں کی۔
"میں اتنا بھولا نہیں ہوں!"
اس نے اطمینان سے کہا:
"مجھے خبر ہے ابھی قبروں میں ٹیلی فون کنکشن دینے کا بل
پاس نہیں کیا گورنمنٹ نے!"
عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور سیدھا کھڑا ہو کر
سلیمان کی آنکھوں میں جھانکا۔
"سلیمان .... !"
چند لمحوں تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد اس نے
اس طرح کہا جیسے کوئی طویل بیان جاری کرنے کا ارادہ
رکھتا ہو۔
"کان کھول کر سن لو! خبردار اگر تم نے گھریلو ملازموں
کی ٹریڈ یونین کی نائب صدارت کا عہدہ قبول کیا تو مجھ سے بڑا
کوئی نہیں ہوگا!"
"آپ سے بڑا تو خیر اب بھی کوئی نہیں ہے۔"
سلیمان نے بیزاری سے سر ہلا کر مدھم سی آواز میں کہا تھا
لیکن یہ جملہ عمران کے کانوں تک پہنچ گیا تھا۔
"اچھا... یہ بات ہے!"
عمران ایک قدم آگے کی طرف بڑھا۔

"بہت پر نکل آئے ہیں تیرے سلیمان! میں تجھے
مرتبہ وارننگ دیتا ہوں کہ اگر تو نے"...!

ایک دم اس نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا اور پلٹ کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا جس کی گھنٹی ایک ڈیڑھ منٹ کی خاموشی کے بعد پھر بج اٹھی تھی۔

عمران واپس پلٹا اور ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہیلو... ہولڈ آن پلیز!"

پھر اس نے ریسیور پر ہاتھ رکھ کر سلیمان کی طرف گھوما

"خبردار! میری وارننگ سنے بغیر یہاں سے قدم مت اٹھا

پھر اس نے دوبارہ ریسیور کی طرف رجوع کیا۔

"ہیلو علی عمران سپیکنگ"

پھر فوراً ہی وہ کھلکھلا کر ہنسا۔

"اچھا تو یہ آپ ہیں صبح ہی صبح... خیریت تو ہے بقول سلیمان کے کہیں نصیب دشمناں...!

دوسری طرف سر سلطان تھے۔ عمران نے اپنا جملہ مکمل کیا پھر دوسری طرف سے شاید سر سلطان نے کچھ کہا کیونکہ ایک دم عمران کی کھلکھلاہٹ ختم ہو گئی تھی اور بتدریج اس کے چہرے پر سنجیدگی کی تہہ گہری ہوتی جا رہی تھی۔

دو ڈھائی منٹ تک خاموشی کے ساتھ رحمٰن صاحب کی گفت

ے بعد اس نے بغیر کچھ کہے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔
ے ماتھے پر ایک مخصوص بل پڑ گیا تھا۔ جو عام طور پر کسی
صورتِ حال کے وقت ہی عمران کی پیشانی پر نمودار ہوا
تھا۔

ریسیور رکھنے کے بعد وہ آہستگی اور خاموشی کے ساتھ بیڈ
سے اٹھا اور سکڑی ہوئی نظروں سے سلیمان کی طرف دیکھا۔
"سلیمان! ناشتہ تیار کر دے نا منٹ! مجھے باہر جانا ہے فوراً
اس کا ٹیلی فون تھا....."
سلیمان جو ابھی تک عمران کی وارننگ سننے کے انتظار میں
وہاں کھڑا تھا۔ ایک دم پریشانی سے بولا۔ وہ عمران کے سارے
حالات سے واقف تھا۔
"... کو رات کسی نے اغوا کر لیا ہے!"
عمران نے سپاٹ سی آواز میں کہا۔ سلیمان نے اس کی
... بڑھتی ہوئی سرخی کو دیکھا اور خاموشی سے باورچی خانے
... پلٹ گیا۔ وہ جان گیا تھا کہ عمران کا وجود اس وقت
... ہوئی آگ کی طرح دھک رہا ہے!!



اگلے آدھ گھنٹے کے دوران ان دونوں کے درمیان گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ عمران نے اسی گھمبیر خاموشی کے ساتھ لیا تھا جو اس پر ٹیلی فون سننے کے بعد طاری ہو گئی تھی۔ اور سلیمان نے بھی ناشتہ بنانے کے دوران میں خاموشی کو برقرار رکھنے میں کامیاب تعاون کیا تھا جو وقت فلیٹ کے اندر طاری تھی۔ یہاں تک کہ جب لباس تبدیل کرنے کے بعد ناشتے کی میز پر جا بیٹھا اور ناشتے کا سامان اٹھائے ہوئے پورے پانچ منٹ تک ڈ روم میں داخل نہ ہوا تو تب بھی عمران نے خلاف معمول کسی غصّے یا طیش کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ دوسر میں وہ ناشتے یا کھانے میں دیر کرنے کی صورت میں کو جانے کیسے کیسے طعنے اور کوسنے دے چکا ہوتا۔

شاید اس کی وجہ یہ تھی عمران کا جسم تو وہاں اس فلی میں موجود تھا لیکن خود عمران وہاں نہیں تھا۔ اس کے

حالات میں ابھر آنے والا ماتھے کا بل ابھی تک
تھا اس کی آنکھیں سکڑی ہوئی تھیں جیسے وہ متواتر کسی
غور کرنے میں مصروف ہو۔
سروس کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ اس ادارے
کارکن کو رات کی تاریکی میں اس کی رہائش گاہ
اغوا کر لیا گیا ہو۔ عمران کا وجود اس وقت
سمندر کی طرح تھی جس کی تہہ میں طوفانی پیچ و تاب
پر ایک ہموار پرسکون کیفیت دکھائی دے۔
لیمان نے ڈائننگ روم میں داخل ہو کر عمران کو ایک
اور بہت خاموشی کے ساتھ ناشتہ اس کے سامنے
عمران اس دوران بھی خاموش اور گم سم بیٹھا رہا۔
اس وقت جب کہ سلیمان کے واپس باورچی خانے
جانے کے بعد عمران نے ناشتے کا آغاز کرنے
ہاتھ بڑھایا تھا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز اس کے
اس طرح پڑی تھی جیسے اس نے بجلی کے ننگے
چھو لیا ہو۔
عمران پہلے چونکا تھا اور پھر تیزی کے ساتھ ناشتے کو
چھوڑ کر واپس بیڈ روم کی طرف لپکا تھا۔
"ہیلو... عمران سپیکنگ!"

اس نے تیزی سے کہا۔ پھر دوسری طرف سے جو آوا
اس کے کان میں پڑی تھی۔ اسے سن کر عمران کے چہرے پ
کھچاؤ کچھ کم ہو گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں ہلکی سی
چمک اُبھر آئی تھی۔

"ارے جواد تم....."

عمران نے نرم نارمل اور دوستانہ آواز میں کہا تھا۔ پھر
دوسری طرف سے جو کہا گیا اسے سن کر عمران نے ہلکا سا
قہقہہ لگایا۔

"ٹھیک کہتے ہو..... ٹھیک کہتے ہو۔ دراصل تم اتنے
لمبے لمبے عرصے کے بعد ملتے ہو کر تمہارا ٹیلی فون سن کر
طبیعت ملاقات کو مچل جاتی ہے۔ کہو اس بار کیس
ارادہ ہے!"

"اس بار ارادہ ذرا مختلف ہے!"

دوسری طرف سے جواد نامی شخص کہہ رہا تھا۔

"آگے جب بھی تم سے ٹیلی فون پر بات ہوتی تھی ا
اس کی وجہ یہ تھی کہ میں تمہارے فلیٹ پر ملاقات کے ب
آنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا تھا۔ تم تو جانتے ہی ہو جس
کاروبار میں ہوں۔ اس میں پڑ کر عام طور پر دوستوں
اور رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات اسی طرح بحال نہی

ملے جا سکتے !"

ایسا کون سا کاروبار شروع کر لیا ہے تم نے یار کہ دوستوں، رشتہ داروں سے بھی گئے۔ بھلا میں بھی تو سنوں..."

عمران نے یونیورسٹی کے زمانے کے ایک اچھے دوست کی طرح کہا؛

"ٹھیک کہتے ہو۔ آج تک میں نے تمہیں نہیں بتایا کہ میں کیا کاروبار کرتا ہوں، شاید اس لیے کہ اس کی ضرورت نہیں تھی یا شاید اس لیے کہ اس کی فرصت نہیں تھی لیکن اب جو صورت حال ہے اس کے تحت تمہیں اپنے کاروبار کے بارے میں آگاہ کرنا بہت لازمی ہو گیا ہے اور تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں کہ میں نے یہ ٹیلی فون اس بار اسی غرض سے کیا ہے کہ تمہیں...."

آکسفورڈ یونیورسٹی میں عمران کے ساتھ پڑھے ہوئے اس کے پرانے دوست جواد نے بہت ہی شائستہ اور پرسکون آواز میں اپنی بات مکمل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن عمران نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی پریشانی کے ساتھ بولنا شروع کر دیا۔

"کیا بات ہے جواد؟"

عمران اُلجھے ہوئے پریشان لہجے میں اتنا کہہ کر لمحہ بھر کے لیے رُکا تھا۔

"کیا تمہارے لیے کوئی کاروباری پرابلم پیدا ہو گیا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو کھل کر مجھ سے کہو۔ ہم دونوں ایک ساتھ پڑھے ہیں اور ایک دوسرے کے دوست رہے ہیں۔ اگر میں تمہارے کسی کام آ سکا تو میں دل سے اس کے لیے تیار ہوں کہو جواد کیا بات ہے۔!"

عمران کی آواز میں ہمدردانہ سنجیدگی تھی۔

"عمران!....."

دوسری طرف سے جواد نے سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ میری مدد کرو گے"۔

اس کی آواز میں دوستانہ نرمی۔ شائستگی اور گہرائی تھی۔

عمران اس کی بات سن کر صرف ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گیا تھا پھر اس نے سر کو جھٹکا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں جواد!"

عمران نے مضبوط آواز میں کہا:

"تم میرے دوست ہو! اور ایک دوست کی حیثیت سے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر ممکن طریقے پر تمہاری مدد کروں گا۔ تم بات تو کرو۔ مجھے بتاؤ تو سہی کہ آخر پرابلم کیا ہے!"

"پرابلم صرف یہ ہے عمران کہ...."

دوسری طرف جواد نے اتنا کہا اور خاموش ہو گیا۔
"ہاں ہاں کہو.... میں سن رہا ہوں جواد...."
عمران نے اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے کہا تھا۔
"بات یہ ہے عمران کہ انٹیلی جنس والوں نے میرے ایک آدمی کو گرفتار کر لیا ہے۔ تم اس آدمی سے ضرور واقف ہو گے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس آدمی کو رہا کر دیا جائے۔"
جواد اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا تھا۔
"کون ہے وہ شخص.... اور انٹیلی جنس والوں نے کس کیس میں اسے گرفتار کیا ہے!"
"اس کا نام محمد مصدق ہے اور جعلی نوٹوں کے کیس میں اسے پکڑا گیا ہے۔"
"محمد مصدق...." عمران نے تیزی سے کہا:
"وہی جسے جعلی کرنسی تیار کرنے کا ماہر سمجھا جاتا ہے جسے ایک مہینہ پہلے گرفتار کیا گیا تھا اور جسے عدالت نے پندرہ سال قید کی سزا سنائی ہے جس پر جعلی کرنسی تیار کرنے کے علاوہ بھی بعض سنگین الزام ہیں۔ کیا تم اس محمد مصدق کی بات کر رہے ہو؟"
عمران کی آواز میں تیزی تھی، اُلجھن تھی اور کرختگی تھی۔
"ہاں عمران! میں اسی محمد مصدق کی بات کر رہا ہوں بولو!

ہو جائے گا یہ کام... !"

جواد نے اسی آکسفورڈ یونیورسٹی کے تربیت یافتہ مہذب لہجے میں عمران کی تیزی اور کرختگی کا نوٹس لیے بغیر کہا تھا۔

"کیا وہ تمہارا آدمی ہے جواد...."

عمران نے یہ جملہ اتنی رنج بھری آواز میں کہا تھا جیسے اس کا کوئی اچھا سا خواب ٹوٹ گیا ہو۔

"اگر وہ تمہارا آدمی ہے اور تم اس کی رہائی چاہتے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ تم بھی محمد مصدق نامی آدمی کی طرح جعلی کرنسی کا کام کرتے ہو اور صرف کام نہیں کرتے بلکہ ان جعل سازوں کے گروہ کے سرغنہ بھی ہو جو بڑے پیمانے پر غیرقانونی سرگرمیوں کو اس ملک میں فروغ دینے کا گھناؤنا کاروبار کر رہے ہیں۔ کیا تم اسی کاروبار کی بات کر رہے تھے...."

"ہاں! میں اسی کاروبار کی بات کر رہا تھا۔ بولو! کیا کہتے ہو اب!"

جواد کی آواز میں ابھی تک وہی دوستانہ تعلق داری اور شائستگی تھی۔

"سوری جواد! آئی ایم ویری سوری!"

عمران نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم وہ آدمی نہیں ہو جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں میرا دوست

نا اور جس نے میری دوستی کی واحد وجہ اس کی بلند خیالی
تی۔ تم تو اس زمانے میں انسانیت کی فلاح کے لیے کوئی
ا کام کرنے کے منصوبے بنایا کرتے تھے اور میری بے نیازی
ے باوجود تم مجھے زور دے دے کر اپنا شریک عمل بنانے
ی کوشش کیا کرتے تھے۔ تمہاری یہ ادا مجھے پسند تھی اگرچہ
ں جانتا تھا کہ نوجوانی کے زمانے میں ہر آدمی ایسے ہی
انداز اور دل بھانے والے خواب دیکھتا ہے لیکن وقت
زرنے کے ساتھ ساتھ وہ دنیا کے بنائے ہوئے نظام کا
نہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ میرا تمہارے بارے میں بھی یہی
ال تھا کہ یونیورسٹی کے زمانے کا خوب صورت خواب دیکھنے
ا جواد چھوٹے یا بڑے پیمانے پر کوئی کاروبار شروع کر کے
یا کے دھندوں میں مصروف ہو گیا ہو گا اور انسانیت کی
ں کا جذبہ عام سماجی ضروریات کے حصول میں تبدیل ہو
ا ہو گا لیکن یہ تو مجھے کبھی دھیان ہی نہیں آیا تھا کہ تم
ے انسانیت کی فلاح کے لیے جرائم کے راستے کو منتخب
لیا ہے۔

اس وقت تم ایک مجرم ہو جواد! اور اگر میرے بارے
ں اگر تمہاری معلومات اپ ٹو ڈیٹ ہیں تو تمہیں خبر
نی چاہیے کہ میں تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ میں تمہارے

لیے کچھ نہیں کر سکتا جواد! تمہارا ساتھی عدالت سے اپنے جرائم کی کہانی سن چکا ہے اور اس کے ساتھ ہی سزا بھی اسے یہ سزا بھگتنا ہو گی۔ اور میں درست کہتا ہوں جواد کہ تم نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے اگر سب کچھ ایسا ہی ہے تو یہ تمہارے اور میرے درمیان لاتعلقی اور نفرت کی دیوار حائل کرنے کے لیے کافی ہے۔ اگر مجھے موقع ملا تو میں تمہارے آدمی کو رہا کرنا تو کیا خود تمہیں بھی آہنی سلاخوں کے پیچھے بھیجنا اپنا فرض سمجھوں گا۔ تم اس معاشرے اور انسانی برادری کے جسم پر لگا ہوا ایک ایسا زخم ہو جسے اگر آگ سے داغا نہ گیا تو ناسور بن جانے کا اندیشہ ہے...."

"تم یونیورسٹی کے زمانے سے ہی ایک اچھے مقرر رہے ہو عمران!" دوسری طرف سے جواد نے ہلکی سی آواز میں ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"تمہارے دلائل مضبوط ہوتے ہیں اور تم ان کو مضبوطی کے ساتھ ہی بیان کرتے ہو، لیکن جہاں انعام دینے کا فیصلہ مقابلے سے پہلے ہی کیا جا چکا ہو وہاں مضبوط دلائل اور انداز بیان دونوں فضول ہو کر رہ جاتے ہیں!"

ساری گفتگو کے دوران پہلی مرتبہ جواد کی دوستانہ شائستگی غائب ہو گئی تھی اور اس نے سپاٹ آواز میں بولنا شروع

کہہ دیا تھا۔ یوں جیسے کسی درجنوں منزلہ عمارت والے دفتر میں کوئی اعلیٰ افسر کسی کارندے کو ہدایات جاری کرتا ہے۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو جواد!"

عمران کی گرفت ٹیلی فون پر مضبوط ہو گئی تھی اور اس کے ماتھے کی شکنوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"بات یہ ہے عمران کہ۔۔۔!"

جواد نے اسی سپاٹ آواز میں اپنی گفتگو جاری رکھی تھی۔ عمران نے جس تحمل برداشت اور بردباری کے ساتھ جواد کی ساری گفتگو تقریباً تین منٹ تک سنی تھی یہ صرف اسی کے اعصاب کی مضبوطی کا کام تھا۔

"بے شک تم ایک بڑے کھلاڑی ہو جواد!"

تین منٹ کی خاموشی کے بعد اس نے طویل سانس لیتے ہو نہایت آہستگی سے کہا تھا۔

"تم نے میرے اختیارات کا فائدہ اٹھانے کے لیے مجھی کو پھانس لینے کی اچھی کوشش کی ہے۔ یہ ایک ایسا داؤ ہے جس سے بہت کم بچ نکلنے کا امکان ہوتا ہے۔"

"میں جس راستے پر چل رہا ہوں۔ اس پر قدم مضبوطی اور احتیاط کے ساتھ ہی رکھ کر آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں نے جو کام کیا ہے اس کی

وجہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب تو تمہیں میرے آدمی کو رہا کرانے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"اعتراض.... " عمران نے عجیب سے لہجے میں صرف ایک لفظ ادا کیا اور لمحہ بھر کے لیے اپنی آنکھیں بند کر کے بند آنکھوں کی تاریکی میں کچھ تلاش کرنے کی کوشش۔

"تم ایک مہنگا سودا کر رہے ہو جواد۔"

عمران کی آواز جذبات کی شدت سے بھرائی ہوئی تھی۔

"لیکن مجھے منظور ہے! تمہارا آدمی محمد مصدق رہا کر دیا جائے گا۔ لیکن یاد رکھو تم جولیا کو حفاظت اور سلامتی کے ساتھ واپس بھیج دو گے۔ اگر تم نے یا تمہارے لوگوں نے اس کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی کی تو میں ایک عبرت ناک عذاب کی طرح تم پر نازل ہو جاؤں گا۔ اور مجھ سے بچنے کے لیے اگر زمین کی تہہ میں بھی چھپ گئے تو وہاں سے بھی تمہیں باہر کھینچ لاؤں گا۔ او۔ کے۔"

"او۔ کے فرینڈ۔"

جواد کی شائستہ آواز میں طنز کا رنگ ابھر آیا تھا۔

"یہ عورت تمہیں جتنی عزیز ہے۔ اس کا مجھے اندازہ ہے۔ کیوں کہ میرے آدمیوں نے اس بارے میں مجھے کافی اطلاعات فراہم کی ہیں۔ تم فکر مت کرو۔ میں مجرم ضرور ہوں،

لیکن مہذب بھی ہوں۔ عورتوں کے سلسلے میں میرا رویہ بہت نرم اور بے ضرر ہوتا ہے۔ جولیا تمہیں حفاظت اور سلامتی کے ساتھ ہی واپس مل جائے گی۔ لیکن اس تبادلے کے لیے ہمیں جگہ اور وقت کا تعین کر لینا چاہیے"

"تم آزاد ہو۔ اپنی مرضی کی جگہ اور اپنی مرضی کا وقت متعین کر لو۔ لیکن اس میں کم از کم چوبیس گھنٹے کا وقفہ ضرور ہونا چاہیے تاکہ میں تمہارے آدمی کی رہائی کے لیے اعلیٰ حکام سے بات چیت کر سکوں تم مجھے دوبارہ ٹیلی فون کر کے اس کے بارے میں بتا سکتے ہو!"

"آل۔ رائٹ۔ میں آج شام چھ بجے تم سے ٹیلی فون پر گفتگو کروں گا عمران! بلیئے بائے!"

جواد نے اپنے مخصوص لہجے میں صرف اتنا کہا تھا اور اس کے بعد سلسلہ اچانک ہی بند ہو گیا تھا۔

عمران نے ریسیور کو کان سے ہٹا لیا۔ پھر اسے ہاتھ میں تول کر غور سے دیکھا۔ یہ ہی وہ آلہ تھا جس کے ذریعے ابھی ابھی جواد اس سے باتیں کر رہا تھا۔ ایسی باتیں جن کو سن کر عمران کے اندر کچھ ٹوٹ گیا تھا۔

جولیا کو جواد ہی نے اغوا کرایا تھا۔ وہی جواد جو کبھی عمران کا بہت اچھا اور قریبی دوست تھا اور جو اب ایک

جعل ساز مجرم کی حیثیت میں عمران سے سودے بازی کر رہا تھا۔
عمران کا جی چاہا کہ وہ ریسیور کو دیوار پر دے مارے۔
شاید وہ یہ ریسیور جواد کے سر پر دے مارنا چاہتا تھا لیکن
یہ جواد کی خوش بختی تھی کہ وہ اس وقت عمران کے سامنے
نہیں تھا۔

"میری زندگی خطرناک اور چیلنجوں کی بھول بھلیوں ہی
میں گذری ہے جواد!"

عمران نے اسی طرح زیر لب بڑبڑاتے ہوئے کہا جیسے جواد
اس کے سامنے مجسم موجود ہو اور وہ براہِ راست اس
سے مخاطب ہو۔

"تم نے ایک چالاک تاجر کی طرح مجھ سے جو سودا کیا
ہے، وہ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔ دوست... تم نے اپنے
آدمی کو رہا کرانے کے لیے جو جال پھیلایا ہے۔ اس کی بناوٹ
شاندار سہی لیکن اس میں پھنسنے والا پہلا شکار تم خود ہو گے
جواد! شاید تم نہیں جانتے کہ تمہاری مثال ایک ایسے گیدڑ
کی سی ہے جو جنگل میں گھس آیا ہے۔ اب اپنی موت کا
انتظار کرو جواد اب اپنی موت کا انتظار کرو۔"

ریسیور پر عمران کی گرفت اتنی مضبوط ہو گئی تھی کہ
گرفت کی شدت سے اس کے ہاتھ میں درد کی لہریں سی اُٹھنے

گئی تھیں۔ اس نے سر اٹھایا اور ریسیور کو نہایت آہستگی کے ساتھ کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کا چہرہ اس وقت کسی جاندار انسان کی بجائے کسی ایسے مجسمے کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا جو اپنے پتھریلے وجود کے ساتھ صدیوں سے گزرتے ہوئے وقت اور زمانے کا مشاہدہ کرتا رہا ہو۔ اس کے چہرے پر پڑی ہوئی گہری سوچ بچار کی گرد نے اچانک ہی احمق اور لاابالی سے عمران کو وحشت ناک حد تک پُراسرار بنا دیا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے یوں اُٹھا تھا جیسے کوئی فلم سلو موشن میں چلائی جا رہی ہو۔ پھر وہ اسی انداز میں کمرے سے باہر آیا۔ اس نے اپنے پرائیویٹ کمرے میں جا کر ایک دراز کھولی۔ اس میں سے چند چیزیں نکال کر ایک بریف کیس میں رکھی تھیں۔

صرف پندرہ منٹ کے بعد جب وہ بریف کیس ہاتھ میں لٹکائے فلیٹ سے باہر نکلا تھا تو سلیمان یا جوزف میں سے کسی کو اس کی روانگی کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ وہ اپنے ہی گھر سے یوں فرار ہو رہا تھا جیسے چور واردات کے بعد کسی عمارت سے فرار ہوتا ہے!

○

"مجھے وہ شخص ایک دن کے لیے ادھار چاہیے۔ صرف چوبیس گھنٹے کے لیے۔۔۔!"

عمران نے ایک ضدی بچے کی طرح کہا۔ سر سلطان نے سر کو اس طرح جنبش دی جیسے کوئی بزرگ بچے کو ضد سے منع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

"لیکن آخر یہ کس طرح ممکن ہے عمران! تم سمجھتے کیوں نہیں۔"

وہ عمران کی کسی عجیب و غریب فرمائش پر بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"وہ ایک ایسا مجرم ہے۔ جسے مہینوں کی محنت اور جدوجہد کے بعد پکڑا گیا ہے۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اسے تمہارے محکمے یعنی سیکرٹ سروس نے بھی گرفتار نہیں کیا ہے بلکہ وہ انٹیلی جنس کا گرفتار کردہ مجرم ہے۔ جسے انٹیلی جنس والے عدالت سے سزائیں سنوا چکے

ہیں۔ ایسی صورت میں اگر تم اس مجرم کو جیل سے نکال کر اپنے ہمراہ لے جاؤ تو اس میں ایسی دفتری قباحتیں ہیں ہیں کہ میں اس کا رسک نہیں لے سکتا۔"

"آخر اس میں رسک لینے کی کیا بات ہے۔ سیدھی سی تو بات ہے!"

عمران بدستور اپنی بات پر اڑا ہوا تھا اور یہ بات منوانے کے لیے وہ باقاعدہ دلیل بازی پر اتر آیا تھا۔

"آپ اپنے ذاتی اختیارات سے فائدہ اٹھا کر اس مجرم کو محض چوبیس گھنٹے کے لیے جیل سے نکلوا کر میرے حوالے کر دیں گے اور ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد وہ دوبارہ اپنے اصلی مقام یعنی جیل کی سلاخوں کے پیچھے موجود ہوگا اب آپ ہی بتائیں اس میں بھلا رسک کی کیا بات ہے!"

"اگر انٹیلی جنس والوں کو پتہ چل گیا کہ اس کا مجرم میں نے جیل سے نکلوا کر تمہارے حوالے کر دیا ہے تو پتہ ہے کیا کیا افسانے اڑیں گے ...!"

سر سلطان نے ایک بار پھر عمران کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"سیکرٹ سروس والوں اور انٹیلی جنس والوں کے درمیان جو عرصے سے انا پروری کا ایک فسانہ چلا آ رہا ہے۔ وہ

اس بات کے حوالے سے ایک بار پھر زور پکڑ لے گا۔ ان کو بے جا الزام تراشی کا موقع مل جائے گا۔ جس کی زد میں تمہارے علاوہ خود میری ذات بھی ملوث کر دی جائے گی اور پھر نہ جانے تم اس مجرم سے کیا سلوک کرنے والے ہو۔ اگر خدانخواستہ مجرم دوبارہ جیل میں نہ پہنچا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سیکرٹ سروس کا محکمہ ہمیشہ کے لیے انٹیلی جنس والوں کی نظر میں موردِ الزام ہو کر رہ جائے گا....

اگر میں دونوں محکموں کے لیے اپنے دل میں ایک ہی جیسے نرم جذبات رکھتا ہوں لیکن اس کے باوجود لوگ جانتے ہیں کہ میری ہمدردیاں عملی طور پر زیادہ تر تمہارے ساتھ یعنی محکمہ سیکرٹ سروس کے ساتھ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میں دونوں محکموں کے درمیان کسی بھی قسم کی رنجش کا سبب بننا نہیں چاہتا۔ نہیں عمران.... نہیں۔ مجھے اس بات کے لیے مجبور مت کرو۔"

سر سلطان نے ہاتھ اٹھا کر جیسے عمران کو صاف انکار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اگر آپ انکار کر کے اپنی ضد پر قائم رہنا چاہتے ہیں تو پھر مجھے بھی اس کا موقع ملنا چاہیے!"

عمران نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس انداز میں یہ

جملہ کہا جیسے وہ بات کو ختم کرنا چاہتا ہو۔
"اگر آپ ضدی ہیں تو پھر میں بھی ضدی ہوں۔ یہ لیجئے میرا استعفیٰ، میں سیکرٹ سروس کی اب مزید خدمت کرنے سے قاصر ہوں۔"
"کک... کیا مطلب...."
سر سلطان نے عمران کے ہاتھ میں لیے ہوئے اس کاغذ کی طرف دیکھ کر ایک دم پریشانی کے ساتھ کہا۔ عمران نے یہ کاغذ اپنی جگہ سے اٹھنے کے دوران ہی جیب سے نکالا تھا۔
"مطلب صاف ظاہر ہے سر...!"
عمران کی آواز مکمل طور پر غیر جذباتی اور سپاٹ تھی۔
"جہاں مجھے اپنی مرضی سے کام کرنے کی اجازت نہ ہو وہاں میری موجودگی ایک فضول سے کام کے علاوہ اور کچھ نہیں۔"
"لیکن تم ہمیشہ اپنی مرضی سے ہی کام کرتے رہے ہو عمران۔"
سر سلطان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں پریشانی جھلک اٹھی تھی۔ اور وہ بار بار اس کاغذ کی طرف دیکھ رہے تھے جسے عمران ہاتھ میں پکڑے

ان کی طرف بڑھاتے ہوئے تھا۔

"سیکرٹ سروس جیسے نازک اور اہم شعبے میں بھی تم نے ہمیشہ اپنی مرضی سے کام کیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسا شعبہ ہے جس میں آج تک کسی بھی شخص کی ذاتی پسند اور مرضی کو کبھی دخل انداز ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔

سر سلطان تھکی ہوئی آواز میں کہہ رہے تھے۔

بعض اوقات تم نے اپنی مرضی سے ایسے ایسے فیصلے کیے جن پر دنیا کا کوئی بھی ہوش مند شخص تمہارا ساتھ دینے پر تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن تم نے وہی کیا جو تم نے چاہا..."

"جی ہاں! میں نے اب تک سیکرٹ سروس کے معاملات میں وہی کچھ کیا جو میں نے چاہا لیکن میری اس من مانی کے نتائج پر بھی آپ نے کبھی غور کیا۔

عمران نے ایک دم سر سلطان کی بات کاٹ پر غصیلے اور ناراض لہجے میں کہا۔

"میں نے اپنے ان فیصلوں اور منصوبوں کی بنیاد پر ایسے ایسے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا ہے۔ جن کی گرفتاریوں کے لیے ساری دنیا کے سراغ رساں اور قانون کی حفاظت

ر ینے والے ادارے سال ہا سال تک کوشش کر چکنے کے
باوجود ناکام ہو چکے تھے۔ جی ہاں میں نے یہ سب کچھ اپنے
ان ہی فیصلوں اور پروگراموں کی بنیاد پر کیا جن کو سن کر لوگ
اوپر ہنستے تھے اور مجھے یوں دیکھتے تھے جیسے میں پاگل خانے
سے بھاگا ہوا کوئی اب نارمل اور احمق آدمی ہوں....اور
اب بھی...

عمران نے شدید جذباتی لہجے کو دبا کر آہستگی سے کہا:
"اب بھی میں وہی کروں گا جو میں چاہتا ہوں سیکرٹ
سروس میں میری موجودگی کی یہ پہلی اور آخری شرط ہے اور
اس۔ دوسری صورت میں میرا استعفیٰ سارے مسائل کا حل
ثابت ہو گا۔"

عمران نے اپنا جملہ مکمل کر کے ایک بار پھر ہاتھ میں
پکڑا ہوا کاغذ سر سلطان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
"عمران.... عمران تم ہمیشہ مجھے آزمائش میں ڈال دیتے ہو!
سر سلطان نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے عجیب سی
بے بس آواز میں کہا:
"تم محض ضدی ہی نہیں پریشان کن بھی ہو لیکن اس کے
باوجود نجانے کیا بات ہے کہ میں ہمیشہ تمہاری باتیں ماننے
پر مجبور ہو جاتا ہوں۔"

سر سلطان کا سر جھکا ہوا تھا۔ اور وہ اپنی بات کر کے خاموش ہو گئے۔ عمران ابھی تک خاموش کھڑا ہاتھ میں کاغذ تھامے سر سلطان کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ جیسے ان کے آخری جواب کا منتظر ہو۔

"اچھا!...."

سر سلطان نے سر اٹھا کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں کوشش کرتا ہوں...."

"صرف کوشش نہیں سر! مجھے ہر حالت میں محمد مسدق نامی جعلی کرنسی بنانے والا وہ مجرم درکار ہے۔ صرف چوبیس گھنٹے کے لیے۔ کیا آپ ایک معمولی سا مجرم چوبیس گھنٹے کے لیے ادھار نہیں دے سکتے!"

"آل رائٹ! آل رائٹ!"

سر سلطان نے تھک کر ہاتھ ہلاتے ہوئے اقرار کیا۔

"لیکن عمران! وعدہ کرو کہ تم وہ آدمی چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر مجھے واپس فراہم کر دو گے!"

"آپ کو واپس نہیں کروں گا تو کیا مجھے اس کا اچار ڈالنا ہے"۔

عمران نے نارمل سی آواز میں کہا۔ سر سلطان کے اقرار کے بعد اس کے سر سے جیسے بہت سارا بوجھ اتر گیا تھا۔

"لیکن آخر تم اس آدمی سے کیا کام لینا چاہتے ہو عمران!"
سر سلطان نے اچانک ہی یہ سوال کر دیا تھا۔
"میں اس آدمی کے بدلے میں ان لوگوں سے جولیا کو حاصل کروں گا۔ انہوں نے یہ ہی شرط لگائی ہے مجھ سے!"
"جولیا کو واپس لینے کے لیے یہ آدمی تم ان کے حوالے کر دو گے تو پھر چوبیس گھنٹے کے ادھار پر حاصل کیا ہوا مجرم واپس کس طرح لوٹاؤ گے؟"
سر سلطان عمران کی بات سن کر ایک دم طیش میں آگئے تھے۔
"کہیں ایسا تو نہیں کہ تم مجھ سے ڈاج کر رہے ہو عمران؟"
"میں نے زندگی میں کبھی ڈاج نہیں کیا سر! میں تو محض پلاننگ کرتا ہوں۔ اور آپ سے ادھار حاصل کیا ہوا محمد مصدق نام کا مجرم اس شرط کا ایک مہرہ ہے جہاں اب چال چلنے کی باری میری ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔"
عمران نے نرمی سے سر سلطان کے کندھے کو چھوا۔ سر سلطان نے غور سے عمران کی آنکھوں میں جھانکا۔ جہاں انہیں ایک پراسرار چمک کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہیں دیا تھا۔

صفدر اس وقت نہایت انہماک اور دلچسپی کے ساتھ اپنے بیڈ پر لیٹا ہوا ایک نہایت شاندار ناول پڑھ رہا تھا جب ٹیلی فون کی گھنٹی نے اسے ایک دم یوں چونکا دیا جیسے مچھلی کا شکاری اچانک پانی میں پڑی ہوئی اپنی کنڈی کی ڈور ہلنے پر چونک اٹھتا ہے۔

دراصل وہ ناول ہی ایسا تھا جس کے حوالے سے صفدر کو مچھلی کے شکاری ہی کہا جا سکتا تھا۔ یہ مشہور امریکی ناول "موبی ڈک دا دائٹ" تھا۔ تقریباً دو صدی پہلے کا لکھا ہوا یہ ناول پوری دنیا میں ہمیشہ سے ایک عظیم ناول کے طور پر مشہور رہا تھا اور اسے نہ صرف امریکہ بلکہ دنیا کے کلاسیکی ادب میں ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ اس میں ایک مچھلی کے شکاری کا قصہ تھا۔

ایک ایسی مچھلی جو بے کنار سمندروں کے انتہائی گہرے اور پھیلے ہوئے حصوں ہی میں پائی جاتی ہے اور غالباً مچھلیوں

میں دنیا کی سب سے بڑی مچھلی ہونے کا اعزاز رکھی ہے۔ موبی ڈک نام کی یہ مچھلی بڑے بڑے جہازوں کو اپنی ایک ہی ٹکر سے الٹ پلٹ کرنے دینے کی عظیم الشان قوت رکھتی تھی اور اس مچھلی کے شکاری کا نام کیپٹن ایہب تھا جو بڑی بڑی مچھلیوں کا شکار کر کے ان کی چربی سے تیل حاصل کرنے والے ایک جہاز کا کپتان تھا۔ اس کپتان کی ایک ٹانگ کسی پرانے سفر میں اسی موبی ڈک مچھلی نے چبا ڈالی تھی اور کپتان کی طرف سے اپنے شکار کی کوشش کو ناکام بنا دیا تھا۔

اور اس سفر میں جس کا ذکر اس کتاب کا مرکزی حصہ تھا۔ وہی اپنی ایک ٹانگ سے معذور کپتان اسی موبی ڈک سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے گہرے سمندر کے ان دور دراز علاقوں میں نکل جاتا ہے جہاں تک جانے سے عام طور پر جہاز گریز کرتے ہیں۔

انتہائی غیض و غضب، غصّے اور انتقام کی آگ میں مستقلاً جلتا ہوا یہ کپتان، اس بات کو بھی فراموش کر دیتا ہے کہ وہ جس جہاز میں سوار ہے اس کا کام مچھلیوں کو شکار کر کے ان کا تیل حاصل کرنا اور پھر واپس لوٹ جانا ہے۔

جہاز پر اس کے ماتحت عملے کے لوگ بے شمار مچھلیوں کا شکار کر کے ان کو پگھلا کر اتنا زیادہ تیل جمع کر لیتے ہیں کہ جہاز

تیل کے پیپوں سے بھر جاتا ہے۔ وہ لوگ اسے واپس لوٹ چلنے کو کہتے ہیں کیوں کہ ان کے خیال میں وہ اپنا مقصد حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ لیکن کیپٹن لیک واپس لوٹنے سے انکار کر دیتا ہے۔

تیل کے پیپوں کا بوجھ کم کرنے کے لیے وہ پیپوں میں سوراخ کر کے تیل کو سمندر میں بہا دینے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن ہر قیمت پر اس موبی ڈک مچھلی کو تلاش کر کے اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈی کرنے کے لیے سمندر میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

بالآخر ایک طویل اور تھکا دینے والی تلاش کے بعد وہ اسی موبی ڈک کو گہرے اور وسیع سمندر کے پانیوں میں تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور پھر اسے ہلاک کرنے کی کوشش میں نہ صرف اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے بلکہ سوائے ایک آدمی کے جہاز کا سارا عملہ جہاز سمیت سمندر کی تہہ میں اتر جاتا ہے۔

صفدر اس وقت اس کے آخری صفحات پڑھ رہا تھا اور اس پر انسان کے ارادے کی پختگی، سمندر کی وسیع گہری اور پُراسرار وسعت اور انسانی زندگی کے مقدر کے بارے میں ایسے گہرے اثرات چھاتے ہوئے تھے کہ جن

وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو وہ ایسے چونکا جیسے وہ گہری نیند میں تھا اور اسے کسی نے زور زور سے جھنجھوڑ کر بیدار کر دیا ہو یا ایسے جیسے وہ اپنے خیالات کے پروں کے سہارے اڑتا ہوا نہایت بلندی پر پہنچ گیا ہو اور اچانک اس کے پروں نے کام کرنا بند کر دیا ہو وہ انتہائی بلندی سے نیچے کی طرف گر رہا ہو۔ کچھ ایسی ہی کیفیت تھی اس کی کیونکہ ان دنوں اس نے فراغت کے استعمال کا ایک خوبصورت طریقہ تلاش کر لیا ہو۔ وہ پوری دنیا کی مشہور اور اعلیٰ درجے کی کتابیں پڑھ رہا تھا۔

یہ کتابیں پڑھنے کا خیال اسے اچانک ہی سوجھا تھا۔ وہ ایک ذہین اور حساس طبیعت کا مالک آدمی تھا۔ سیکرٹ سروس کے سبھی لوگ اس کی سنجیدگی کے باعث اس کا لحاظ اور احترام کرتے تھے۔ وہ ایک پڑھا لکھا آدمی تھا لیکن دنیا کی عظیم کتابوں کے مطالعے کا خیال اسے اچانک ہی ان دنوں وارد ہونے والی فراغت کے دوران ہی آیا تھا اور اس نے کسی تاخیر کے بغیر اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا اور اس وقت وہ موبی ڈک پڑھ رہا تھا۔

اس نے سوچ میں ڈوبی ہوئی آنکھوں سے ٹیلی فون کی طرف دیکھا جس کی گھنٹی دوسری بار اسے اپنی طرف متوجہ

کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ صفدر نے کتاب کو الٹ کر ایک طرف رکھا اور کچھ بے زاری کے ساتھ ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دراصل اسے اس مرحلے پر ٹیلی فون کی گھنٹی کا بجنا کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔

"ہیلو — صفدر!"

اس نے نہایت مختصر انداز میں کہا:

"غالباً تم کسی کام میں مصروف تھے صفدر!"

دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز اس کے کانوں میں آئی اور صفدر کو ایسا محسوس ہوا جیسے کان میں اس آواز کے پڑتے ہی اس کے بدن میں ایک کرنٹ سا دوڑ گیا ہو۔ وہ ریسیور اسی طرح کان سے لگائے نہایت تیزی کے ساتھ اپنے بستر پر اٹھ بیٹھا۔ دوسری طرف اس کا چیف ایکس ٹو تھا۔

"ج... جی ہاں جناب! میں ایک دلچسپ کتاب پڑھ رہا تھا۔ "موبی ڈک دا وائٹ" سر!"

"بہت خوب!"

دوسری طرف سے اسی بھرائی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

"کتابوں کے معاملے میں تمہارا ٹیسٹ بہت اچھا معلوم ہوتا ہے صفدر! دراصل موبی ڈک ایک ایسی کتاب ہے جیسے

کوئی باذوق ہی پڑھ سکتا ہے!"

"شکریہ جناب! یہ واقعی ایک شاندار ناول ہے۔ عظیم اور پُر جلال۔ اسے پڑھ کر آدمی اپنے وجود میں ہیبت، رعب اور توانائی محسوس کرتا ہے۔ اور.... اور.... بس سوری سر! میں ناول کے بارے میں کچھ زیادہ ہی....!"

"اِٹ از آل رائٹ صفدر!"

ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی آواز میں کرختگی بالکل نہیں تھی۔

"آدمی جب کوئی اچھی کتاب پڑھتا ہے تو کچھ عرصے کے لیے اس کے جادو میں گرفتار ہو جاتا ہے پھر اسی دوران وہ ہر شخص سے اس کتاب کے بارے میں گفتگو کرتا ہے لیکن بعض کتابیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا جادو صرف چند دنوں یا سالوں تک محدود نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمیشہ کے لیے ایک آدمی کے ذہن میں بلکہ یہاں تک کہ کردار میں شامل ہو جاتی ہیں۔ عظیم کتابیں وہی ہوتی ہیں جو پڑھنے والے کے کردار کو بناتی ہیں اور پھر ہمیشہ کے لیے اس کے وجود کا حصہ بن جاتی ہیں"۔

"ایکسی لینٹ سر!"

صفدر نے پرجوش آواز میں کہا:

"آپ نے اس کتاب کی بے شک حقیقی تعریف کی ہے۔

موبی ڈک ایک ایسی ہی کتاب ہے جو کسی بھی اعلیٰ ذہانت رکھنے والے کے کردار کا حصہ بن سکتی ہے۔ اِٹ اِز اے گریٹ بک سر!"

"یس اِٹ از اے گریٹ ناول"۔

ایکس۔ٹو کی بھرائی ہوئی آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا۔ ایک دم صفدر کو محسوس ہوا جیسے ٹیلی فون کی دوسری طرف سیکرٹ سروس کا چیف ایکس۔ٹو نہیں بلکہ گہرے سمندروں میں موبی ڈک کی تلاش میں بھٹکنے والے جہاز کا کپتان آہب تھا۔

"لیکن ایک عظیم ناول پڑھنا اور اس سے لطف اندوز ہونا الگ بات ہے۔ اس سے زیادہ اہم اور بڑی بات یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر اس کردار کی عظمت کو عملی طور پر پیدا کرے جس کے بارے میں پڑھ کر وہ توانائی اور جلال محسوس کرتا ہے۔"

"آپ... آپ درست کہتے ہیں سر!"

صفدر نے سحر زدہ سی آواز میں کہا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ایک بحری جہاز پر سوار ہو اور اس جہاز کا کپتان آہب اس سے مخاطب ہو۔

"لہذا تم صرف دس منٹ کے اندر دانش منزل میں پہنچ

جاؤ۔ تمہیں ایک ایسی مہم کے لیے منتخب کیا گیا ہے جسے تم موبی ڈک کے شکار جیسی ایک اہم مہم قرار دے سکتے ہو۔ کیپٹن آہب اپنے ایک ایسے دشمن سے انتقام لینا چاہتا تھا جس نے اس کی ٹانگ چبا کر ہمیشہ کے لیے معذور کر دیا تھا۔ اور جس مہم کے لیے تم کو منتخب کیا گیا ہے اس کا احوال بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ....."

ایکس۔ ٹو نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا صرف ایک لمحے کے توقف کے بعد دوبارہ اس کی آواز صفدر کے کان میں گونجی :

"خیر—— تم دانش منزل پہنچ جاؤ! باقی سب کچھ وہاں طے ہو گا۔ یہ ایک ایسی مہم ہے جسے تم اکیلے سر کرو گے اور کے۔ ہیری اپ!"

اس کے ساتھ ہی ایکس۔ ٹو نے ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ صفدر اس کے بعد بھی ریسیور ہاتھ میں پکڑے دیر تک گہری سوچ میں گم رہا۔ دراصل ایکس۔ ٹو کی گفتگو نے اسے اس ناول کے سحر سے باہر نہیں نکالا تھا بلکہ ناول کے جادو کا اثر کچھ اور گہرا کر دیا تھا۔

وہ اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں اس ناول کا ایک کردار محسوس کر رہا تھا۔ ایک ایسا کردار جو عمل کے ذریعے اپنی عظمت

اور جلال کو قائم کرنے کے لیے جان تک کی بازی لگانے
تیار ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھیں صرف اپنے مقصد کا چمکتا
ستارہ دیکھتی ہیں۔ ایک ایسا چمکتا ہوا ستارہ جو تاریک اور اندھ
راستوں پر منزل کی طرف بڑھنے میں اس کی راہنمائی کرتا ہے
صفدر ایک چیتے کی طرح جست لگا کر اپنے بستر سے ا
اور جس وقت وہ تیاری کے تمام مراحل سے گذر کر دانش منز
کے گیٹ پر پہنچا تو ایکس۔ٹو کے طے کردہ دس منٹ پورے ہونے
میں ابھی چند منٹ باقی تھے۔
اس نے مسکرا کر اپنی کلائی گھڑی پر نظر ڈالی اور گیٹ
کے اندر داخل ہو گیا۔



"لیکن اس کام کے لیے عمران صاحب مجھ سے زیادہ تیز آدمی ہیں جناب"۔

صفدر نے مودبانہ انداز میں کہا۔ وہ اس وقت دانش منزل کے ساؤنڈ روم میں موجود تھا۔ اور ایکس۔ ٹو کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ ایکس۔ ٹو خود ساؤنڈ روم میں موجود نہیں تھا، لیکن چھت سے نصب ایک چھوٹے سے بکس میں سے نکلنے والی آواز ایکس۔ ٹو ہی کی تھی۔ یہ ایک ایسا کمرہ تھا جس میں ایکس۔ ٹو سیکرٹ سروس کے کارکنان کو طلب کر کے ان کو اہم ہدایات جاری کرتا تھا۔ اس کمرے کا نام "ساؤنڈ روم" اسی لیے رکھا گیا تھا۔ کہ وہاں محض ایکس۔ ٹو کی آواز سنی جا سکتی تھی لیکن خود ایکس۔ ٹو وہاں موجود نہیں ہوتا تھا۔

ایک عام آدمی کے لیے یہ بات پر اسرار ہو سکتی تھی۔ لیکن سیکرٹ سروس کے کارکنان اس بات کے اتنے

عادی ہو چکے تھے کہ انہیں کوئی تعجب یا حیرت نہیں ہو
تھی ــــ!

"عمران کو ایکس۔ٹو تم سے زیادہ جانتا ہے صفدر!"
ایکس۔ٹو کی آواز میں ہلکی سی درشتی ابھر آئی تھی۔
"یقیناً وہ ایک بہتر آدمی ہے لیکن اگر اس کام کے
تمہیں منتخب کیا گیا ہے تو بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ
گیا ہے۔ ویسے بھی عمران سیکرٹ سروس کا ملازم نہیں۔
وہ شخص اعزازی طور پر اپنی صلاحیتیں سیکرٹ سروس کے
وقف کئے ہوئے ہے اور اسے سیکرٹ سروس کے کسی حکم
فیصلے کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔"

صفدر کے ماتھے پر ایک ایسا بل ابھر آیا تھا جیسے وہ
اچانک کسی سوچ میں پڑ گیا ہو۔

"اوہ! آپ درست کہتے ہیں جناب!"
اس نے یہ جملہ کہتے ہوئے اس طرح اقرار میں گردن ہلا
جیسے ایکس۔ٹو اس کے سامنے موجود ہو۔ ویسے بھی کون کہہ سکتا
تھا کہ اس ساؤنڈ روم نامی کمرے میں موجود شخص کو ایکس۔ٹو
کسی مقام پر بیٹھا کسی سکرین پر دیکھ ہی رہا ہو۔

"میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں جناب! لیکن اگر آپ
اجازت دیں تو کیا ایک سوال کر سکتا ہوں؟"

"سوالات کرنا ایک اچھی عادت ہے صفدر! اس طرح
ہیں زیادہ واضح اور صاف ہو جاتی ہیں لیکن سوالات کا درست
نا ضروری ہے یاد رکھو، درست جواب صرف درست سوال ہی
کے ذریعے ممکن ہے!"

"یس سر!"

صفدر نے دبی ہوئی آواز میں کہا:

"لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا عمران صاحب نے اس
سلسلے میں تعاون کرنے سے انکار کر دیا ہے؟"

"یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا کوئی بھی جواب اس وقت
اسب نہیں ہے صفدر! لیکن تم اپنی مہم سے زیادہ عمران
کے معاملے میں کیوں سوچ رہے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم
ں کام کے لیے مناسب آدمی نہیں؟"

"میرے بارے میں آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں سر!"
صفدر کا لہجہ کسی بھی قسم کی انکساری یا فخر سے پاک تھا۔
لیکن اس کے باوجود اس کی آواز میں ہلکی سی اُلجھن تھی۔

"اگر میرے سوالات سے اس قسم کا تاثر پیدا ہو رہا ہے تو
ں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں جناب! دراصل اس قسم
، کوئی بات میرے ذہن میں نہیں۔ اگر اس کام کے لیے
پ نے مجھے منتخب کیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ میں اس

کام کا اہل ہوں۔ میں آپ کے انتخاب پر کبھی کوئی شبہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا جناب!"

"گڈ ـــ ویری گڈ!"

ایکس۔ ٹو کی بھرائی ہوئی آواز صفدر کے کانوں سے ٹکرائی اور اس نے اپنے وجود میں بشاشت کی ایک لہر دوڑتی ہوئی محسوس کی۔

"کیا تم مہم کے لیے اپنے آپ کو تیار پاتے ہو صفدر!" ایکس۔ ٹو کہہ رہا تھا۔

"یس سر!"

صفدر نے صاف اور شفاف آواز میں کہا:

"آپ کے احکامات کی تعمیل کے لیے میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو تیار ہی پایا ہے جناب!"

"تب ایک بار ان تمام باتوں کو دوہراؤ، جن پر تمہیں عمل کرنا ہے۔ یہ ایک پیچیدہ اور نازک معاملہ ہے اور اس میں کسی ایک بات میں غفلت سارے معاملے کو بگاڑنے کا سبب بن سکتی ہے!"

"بہتر جناب!"

صفدر نے کہا اور اپنی جگہ پر سنبھل کر بیٹھتے ہوئے اس طرح بولنا شروع کیا۔ جیسے ایک ذہین طالب علم استاد کے سوال کرنے

پر صحیح جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔
"آج رات ٹھیک گیارہ بجے مجھے دانش منزل میں موجود ہونا ہے۔گیارہ بج کر پندرہ منٹ پر مجھے دانش منزل سے ایک سفید امپالا میں بیٹھ کر شاہراہِ اعظم پر واقع "کم کم ریسٹوران" کی طرف روانہ ہونا ہے۔ میرے ساتھ گاڑی میں دو لوگ اور بھی ہوں گے۔ان میں سے ایک گاڑی چلانے والا ڈرائیور ہو گا۔ اور دوسرا جعلی کرنسی بنانے کے سلسلے میں سزا یافتہ مجرم محمد مصدق۔
ٹھیک گیارہ بج کر تیس منٹ پر مجھے محمد مصدق کے ہمراہ کم کم ریسٹوران میں داخل ہو کر دائیں کونے کی آخری میز پر بیٹھنا ہو گا۔ یہ میز پہلے سے ریزرو ہو گی۔گاڑی چلانے والا ڈرائیور گاڑی ہی میں بیٹھ کر میری تنہا واپسی کا انتظار کرے گا۔
کم کم ریسٹوران میں پندرہ منٹ تک بیٹھ کر مجھے ایک ایسے آدمی کا انتظار کرنا ہو گا جو سفید پتلون اور سیاہ جیکٹ میں ملبوس ہو گا۔ اس کے ہاتھ میں سفید رنگ کا ایک پائپ ہو گا۔
انتظار کے پندرہ منٹوں کے دوران مجھے محمد مصدق نامی اپنے ساتھی سے اس طرح کی گفتگو کرنا ہو گی جیسے ہم پرانے دوست ہوں۔ اس معاملے میں ریسٹوران میں موجود دوسرے لوگوں کے لیے کسی بھی قسم کے شبے کی گنجائش پیدا نہیں ہونی چاہیے۔

پونے بارہ بجے سفید پائپ والا آدمی آکر بے تکلفی کے ساتھ ہماری میز پر بیٹھ جائے گا۔ وہ دیر سے آنے کی معذرت کرے گا۔ اگلے پندرہ منٹوں میں ہم کسی بھی قسم کے مشروب کا استعمال کریں گے اور ٹھیک بارہ بجے وہ مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو جائے گا لیکن واپسی پر وہ اکیلا نہیں ہو گا۔ محمد مصدق اس کے ہمراہ جائے گا اور میں۔۔۔"

"شاپ۔۔۔!"

ایک دم ایکس۔ٹو کی آواز ابھری! صفدر نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر سر اٹھایا اور چھت پر نصب بکس کی طرف ایسے دیکھا جیسے ایکس۔ٹو کی طرف دیکھ رہا ہو۔

"یقیناً وہ واپسی پر اکیلا نہیں جائے گا"

ایکس۔ٹو کہہ رہا تھا۔

"لیکن ریستوران میں داخل ہوتے وقت بھی وہ اکیلا نہیں ہو گا۔ اس کے ساتھ جولیا ہو گی۔ واپسی پر وہ محمد مصدق کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ لیکن جولیا وہیں رہ جائے گی"

"اوہ! آئی ایم سوری سر! دراصل روانی میں بولتے ہوئے یہ بات میرے ذہن میں نہیں رہ سکی"

"لیکن ریسٹوران میں یہ بات تمہارے ذہن سے محو نہیں ہونی چاہیے صفدر! کیوں کہ یہ سب کچھ ہم محض جولیا کو حاصل

کرنے کے لیے ہی کر رہے ہیں۔"

"آل رائٹ سر!"

صفدر نے آہستگی سے کہا:

"کیا میں اپنی بات دوبارہ شروع کردوں جناب!"

"یس گو آہیڈ!"

"محمد مصدق اور سفید پائپ والے کے کم کم ریسٹوران سے چلے جانے کے بعد میں اور جولیا اگلے پندرہ منٹ کے لیے وہیں موجود رہیں گے اور ٹھیک سوا بارہ بجے ہم ریسٹوران سے سے نکل آئیں گے۔"

"ساڑھے بارہ بجے ہم دانش منزل میں ہوں گے اور......"

"اور بس......"

ایکس۔ٹو کی آواز نے صفدر کی گفتگو کی روانی کو توڑ دیا تھا۔ دانش منزل میں داخل ہو جانے کے بعد تمہیں یا جولیا کو مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ باقی کام اور لوگوں کے سپرد ہے۔ اب تم جا سکتے ہو صفدر لیکن درمیانی وقفے میں تم اپنے آپ کو ذہنی طور پر اس مہم کے لیے تیار کر لو۔ بظاہر یہ ایک معمولی قسم کی مہم لگتی ہے، لیکن کوئی بھی بات یا واقعہ کم از کم سیکرٹ سروس کے لوگوں کے لیے معمولی نہیں ہونا چاہیے۔ کیا تم سمجھ گئے ہو!"

"جی ہاں جناب ! میں سمجھ گیا۔ آپ میری صلاحیت اور کوشش پر بھروسہ کر سکتے ہیں جناب !"

صفدر نے یہ جملہ بہت مودب انداز میں کہا تھا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں ٹھیک گیارہ بجے دانش منزل میں موجود ہوں گا سر!"

اس نے کہا اور ساؤنڈ روم سے باہر نکل گیا۔ اس نے اپنے پیچھے مائیکروفون کا سوئچ آف ہونے کی آواز سنی تھی۔

ساؤنڈ روم کا دروازہ کھول کر گیلری میں داخل ہوتے ہوئے صفدر جولیا کے بارے میں نہایت ہمدردی کے ساتھ سوچ رہا تھا جو دو دن پہلے اپنے فلیٹ سے اغوا کر لی گئی تھی۔

"وہ ایک نیک دل اور مخلص عورت ہے۔ جانے ان حرام زادوں نے جولیا کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو"

اس کی آنکھوں میں اندیشوں کے سائے لہرا رہے تھے۔

"لیکن آخر عمران صاحب کہاں غائب ہیں۔ ان کو تو جولیا کے لیے مجھ سے زیادہ پریشان ہونا چاہیے تھا۔ پھر بھلا۔۔۔!"

اس کے ذہن میں اپنے سوال کا کوئی جواب نمودار نہیں ہوا۔

"عمران صاحب کا معاملہ عمران صاحب ہی جان سکتے ہیں

جانے کیا گڑ بڑ گھٹالا ہے یہ آدمی....!"

صفدر نے زیرِ لب بڑبڑاہٹ کے ساتھ کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا دانش منزل کے کمپاؤنڈ میں کھڑی اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھ گیا۔



اپنے قد اور جسامت کے اعتبار سے وہ ایک سمارٹ آدمی تھا لیکن اس کا چہرہ اصل شخصیت کی چغلی کھا رہا تھا۔ اونچے قد اور مناسب جسم کا مالک یہ آدمی اپنے چہرے سے ایک عیار اور چالاک دکھائی دیتا تھا۔

سر کے لمبے اور گھنگھریالے بالوں کی وجہ سے اس کا چہرہ خاصا بھاری دکھائی دیتا تھا۔ لیکن اس کے سر کے بالوں کی نسبت مونچھیں اتنی ہی مختصر تھیں۔ ہٹلر مونچھوں اور کلین شیو والے اس آدمی کا نام محمد مصدق تھا۔ اس کے دائیں گال پر ایک لکیر نیچے تھوڑی تک چلی گئی تھی۔ غالباً یہ کسی زخم کا نشان تھا۔

اس کی آنکھیں تیز اور کرخت تھیں۔ جب وہ کسی چیز کی طرف دیکھتا تو یوں لگتا جیسے اس کی نظریں اس چیز کے

پار اتر جائیں گی۔ اس وقت وہ صفدر کے ساتھ گاڑی
کی پچھلی نشست پر بیٹھا بہت اطمینان اور لاتعلقی کے ساتھ
کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

سردیوں کی رات ہونے کے باعث ٹریفک بہت کم تھا۔
دن کو لوگوں اور گاڑیوں کی بھیڑ سے بھری ہوئی سڑکیں
اس وقت تقریباً سنسان پڑی تھیں۔ البتہ مختلف رنگوں اور
ڈیزائنوں کے نیون سائین برابر جل بجھ رہے تھے۔

اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ڈرائیور نہایت خاموشی کے ساتھ
گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے اس دوران ایک بار بھی
صفدر سے راستہ یا منزل معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی
غالباً اسے پہلے سے معلوم تھا کہ اسے گاڑی کہاں لے
جانی ہو گی!

"زندگی ایک کرنسی نوٹ ہے....."

گاڑی روانہ ہونے کے تقریباً پانچ منٹ بعد تک ایک
طویل خاموشی کو توڑتے ہوئے محمد مصدق نام کے آدمی نے
بڑبڑاتے ہوئے جیسے اپنے آپ سے کہا۔ پھر اس نے کھڑکی
کی طرف سے نظریں ہٹا کر صفدر کی طرف دیکھا جو شفاف
اور غیر متعلق نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس
لئے اس کا جملہ بھی سن لیا تھا۔

"ایک جعلی کرنسی نوٹ..."

محمد مصدق صفدر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"جب تک یہ جعلی نوٹ چلے ---چلے... اور اگر پتہ چل جائے کہ یہ جعلی ہے تو بس منٹوں میں آدمی کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے!"

"تم ٹھیک کہتے ہو!"

صفدر نے اس کی بات کا لطف لیتے ہوئے بشاشت سے کہا۔

"زندگی واقعی ایک جعلی نوٹ ہے۔ یہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اور ادھر سے اُدھر برابر گردش کرتا رہتا ہے بالکل اسی طرح جیسے اصلی کرنسی نوٹ کرتا ہے لیکن ایک دن اس جعلی نوٹ چلانے والے کو بھی احساس ہو جاتا ہے کہ اب اس کا نوٹ نہیں چل سکتا۔ یہاں آ کر زندگی کے بے معنی اور فراڈ ہونے کا احساس آدمی کو پریشان کر دیتا ہے!"

"کیا تم پروفیسر ہو!"

محمد مصدق نے صفدر کا جملہ مکمل ہوتے ہی کچھ حیرانی کے ساتھ پوچھا تھا۔

"نہیں میں محض ایک طالب علم ہوں!"

"تو پھر تم کوئی فلسفے کے شوقین آدمی معلوم ہوتے ہو!"

"ہاں میں فلسفہ اور ادب پڑھنے کا شوق رکھتا ہوں...."
صفدر نے آہستگی سے کہا لیکن پھر اس نے غور سے مصدق کی طرف دیکھا۔

"لیکن ان سوالوں سے تمہارا کیا مطلب ہے!"

"مہاتما بدھ نے کہا تھا کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے...."
مصدق نے اپنی بھاری اور کھرج دار آواز میں غراہٹ پیدا کرتے ہوئے پُر اسرار سے انداز میں کہا:

"لیکن مجھے زرتشت کی آگ اچھی لگتی ہے۔ روشن، متحرک اور تیز...!"

"ایک جعلی کرنسی بنانے والے آدمی کے منہ سے بدھ اور زرتشت کے نام سن کر مجھے بہت حیرت ہو رہی ہے لیکن تم بھی...."

صفدر کا سوالیہ جملہ ادھورا ہی رہ گیا کیوں کہ محمد مصدق نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے ایک بار پھر بولنا شروع کر دیا تھا۔

کنفیوشس بھی مجھے اچھا لگتا ہے لیکن لگتا ہے جیسے منصور حلاج اور ابن عربی زیادہ سچے لوگ تھے۔

"اوہ...."

صفدر نے پہلی مرتبہ ہونٹ سکیڑ کر مصدق کی طرف دیکھا

جو لاتعلق سے باہر دیکھ رہا تھا۔

"منصور حلاج، ابنِ عربی اور کنفیوشس وغیرہ کو پسند کرنے کے باوجود تم زندگی کو جعلی کرنسی نوٹ کہہ رہے ہو۔ حالانکہ جعلی کرنسی کے حوالے سے تمہیں بدھ زیادہ پسند آنا چاہیے تھا۔"!!

"میں بدھ کو ناپسند نہیں کرتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سبھی لوگوں کی باتیں دھیان سے سنو تو سب کے سب اس بات پر اتفاق کرتے ہیں جو میں نے کہی ہے۔"

"دھیان سے سنو... کیا مطلب ؟"

مہندر نے تیزی سے کہا،

"اس زمانے میں تم ان لوگوں کی باتیں کیسے سن سکتے ہو۔ محض ان کے بارے میں لکھی گئی کتابوں سے جان سکتے ہو کہ وہ کیا کہنا چاہتے تھے۔"

"کان کھلے رکھو...."

مصدق نے یہ جملہ اس طرح کہا جیسے وہ جعلی نوٹ بنانے والا کوئی خطرناک مجرم نہیں بلکہ کوئی صوفی یا سادھو سنت آدمی ہے جو اپنے چیلے کو کوئی نئی بات سکھا رہا ہو۔

"آوازیں کبھی ختم نہیں ہوتیں، کان کھلے رکھو اور سنو کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے تھے۔ تم جب چاہو ان کی آوازیں سن

سکتے ہو!"

صفدر خاموش رہا۔ ایسے یہ آدمی پر اسرار ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ بھی لگا تھا۔ جو ایک قانون کی کھلی بے حرمتی کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا۔ جسے عدالت نے طویل قید کی سزا سنا کر جیل خانے میں چھوڑ دیا تھا اور اب جیسے ایک خاص سودے بازی کے تحت اس کے آدمیوں کے حوالے کیا جا رہا تھا لیکن وہ اس سلسلے میں کوئی بات کرنے کی بجائے دنیا کے مشہور فلسفیوں اور صوفیوں کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔

"تم یہ کام کیوں کرتے ہو!"

صفدر نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اچانک ہی پوچھ لیا تھا۔

"کون سا کام....؟"

مصدق نے چونک کر صفدر کی طرف دیکھا جیسے اس سوال نے اسے کسی گہرے خیال سے چونکا دیا ہو۔

"یہی جعلی کرنسی نوٹ بنانے کا کام....؟"

"تم یہ سرکاری ملازمت کیوں کرتے ہو؟"

مصدق نے اعتماد سے بھری ہوئی آواز کے ساتھ کہا:
"تمہیں اگر آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کی اجازت دے

دی جائے اور تمہاری خواہشیں اور ضرورتیں پوری کرنے کی ذمہ داری کسی اور کے سپرد ہو تو کیا تم سرکار کے کارندے کی حیثیت میں جینا پسند کرو گے۔ ہرگز نہیں...... یا شاید واقعی تم اپنی پسند کے یہ کام کر رہے ہو گے لیکن حقیقت کچھ اور ہے مائی ڈیر فرینڈ....."

"صفدر....."

صفدر نے شفاف آواز میں کہا:

"میرا نام محمد صفدر ہے!"

"ہر آدمی زندگی گذارنے کے لیے کسی نہ کسی کام میں اپنے آپ کو مصروف رکھنے پر مجبور ہے۔ اور اسی مصروفیت کی تلاش میں کوئی آدمی سپاہی بن جاتا ہے اور کوئی چور۔ بس یہ ایک کھیل ہے۔ ایک ڈرامہ جس میں ہر کردار اپنے اپنے حصے کا پارٹ ادا کرتا ہے اور ڈرامے کو مکمل کرنے میں مدد دیتا ہے۔"

گاڑی "کم کم ریسٹوران" کے سامنے پہنچ کر کار پارکنگ سائیڈ پر رک چکی تھی۔

"تم ایک مختلف آدمی ہو مسٹر مصدق!"

صفدر نے اپنی طرف کا دروازہ کھولنے سے پہلے بیٹھے بیٹھے کہا:

"ہر آدمی مختلف ہے دوست! کیا تم باقی ساری دنیا سے مختلف آدمی نہیں ہو!"
مصدق نے دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے کہا تھا۔

صفدر نے بھی گاڑی سے باہر نکلنے میں اس کا ساتھ دیا تھا۔ پھر وہ دونوں دوستانہ انداز میں ایک دوسرے کے ہمراہ ٹہلتے ہوئے کم کم ریسٹوران میں داخل ہوئے تھے جہاں مختلف میزوں پر گروپوں اور جوڑوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے لوگ خوش گپیوں اور راز و نیاز میں مصروف تھے۔

مدھم بلبوں کی لائٹ میں نیم روشن اس ہال میں اس وقت صرف ایک میز خالی تھی اور یہ وہی ریزرو میز تھی جو ایک کونے میں خاموشی کے ساتھ اپنے مہمانوں کی منتظر تھی۔
سردیوں کی رات ساڑھے گیارہ بجے اس ریسٹوران میں رونق کی وجہ یہ تھی اس ریسٹوران کا ایک ڈانسنگ فلور بھی تھا جہاں رات گئے تک جوڑے مدھم دھنوں میں بجنے والی دلکش موسیقی پر خراماں رقص کرتے رہتے تھے۔
"کم کم ریسٹوران" نائٹ کلب نہیں تھا لیکن یہاں ایسی تمام سہولتیں میسر آ سکتی تھیں جو عام طور پر نائٹ کلب فراہم

کرتے ہیں۔

"ویل ڈن سر!"

صفدر اور مصدق کے میز پر بیٹھنے کے صرف ایک منٹ کے بعد درمیانے قد کی ایک خوبصورت لڑکی نے ان کے نزدیک آکر مودبانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا وہ ویٹرس تھی۔

"شکریہ مس!"

صفدر نے مہذب انداز میں کہا:

"میرے مہمانوں کو آنے میں شاید چند منٹ کی تاخیر ہو جائے اس دوران میں ہم دونوں دوست محض گفتگو کریں گے۔"

"ویری ویل سر!"

لڑکی نے دوبارہ مسکراہٹ پھینکی اور سر کو ہلکا سا خم دے کر پلٹ گئی!

"یہ لڑکی....."

مصدق نے دور جاتی ہوئی لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے مدھم آواز میں کہا:

"کسی اچھے آدمی کی بیوی، بہن یا محبوبہ ہونے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے لیکن تم دیکھ رہے ہو... اسے جو کردار ملا ہے وہ ایک ویٹرس کا ہے۔"

صفدر خاموش رہا۔

"ایک اعلیٰ درجے کا اداکار ایک معمولی آدمی کا کردار ادا
کرتے ہوئے بھی ایک معمولی آدمی نہیں ہوتا۔ وہ اس وقت
بھی ایک بڑا اداکار ہوتا ہے ایک بڑا آدمی ..."
"لیکن فرانس کے ایک دانشور نے تو کچھ اور بات کی ہے!
صفدر نے محض اسے بولنے پر آمادہ کرنے کے لیے کہا۔
اصل اسے مصدق کی باتیں دلچسپ اور عقل مندی سے بھری
ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ یہ ہی وجہ تھی کہ مصدق سے گفتگو
کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا تھا ورنہ صفدر کے لیے
مشہور تھا کہ وہ مجرم قسم کے لوگوں کے ساتھ مکالمہ کرنے سے
بیشتر گریز کرتا ہے۔
"فرانس، خوشبو، مصوری اور انقلاب کے حوالے سے جدید دنیا
میں ایک مخصوص شہرت رکھتا ہے۔"
مصدق نے جیسے نیم غنودگی میں بولتے ہوئے صفدر کی
طرف دیکھا۔
"کیا کہتا ہے تمہارا فرانس کا یہ دانشور؟"
"اس کا کہنا ہے کہ ہر شخص اپنے عمل اور اپنے کردار کے
باعث ہی پہچانا جاتا ہے!"
صفدر نے بہت آہستگی اور انکساری کے ساتھ یہ جملہ کہا
۔ شاید وہ مصدق کی گفتگو سے خاصا مرعوب ہو چکا ہے۔

"تم سارترے کی بات کر رہے ہو دوست!"
مصدق نے لاتعلق لے کہا:
"ژاں پال سارترے، ایک مخصوص اندازِ فکر کا بانی ہے، بیسویں صدی کا ایک معروف مفکر، لیکن تم نے اس کا جو قول مجھے سنایا ہے وہ دراصل ایک طنزیہ بیان ہے۔"
"طنزیہ بیان؟ — کیا مطلب ہے تمہارا!"
صفدر بری طرح چونکا۔
"وہ دراصل کہنا یہ چاہتا ہے کہ انسان محض ان ہی باتوں کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے جو مخصوص حالات کے تحت اس سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس کے برعکس ایک انسان جو کرنا چاہتا ہے اور حالات کی زنجیریں جکڑے ہونے کے باعث نہیں کر سکتا دنیا اس سے بالکل بے خبر رہتی ہے۔ یہ درحقیقت اس زندگی کی بے خبری اور غفلت کا مذاق اڑاتا ہوا جملہ ہے۔"
"میرے لیے یہ بالکل نئی تشریح ہے!"
صفدر نے غور سے مصدق کی طرف دیکھا جو بے نیازی سے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔ اس کی باتیں سن کر دنیا کا کوئی بھی شخص یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ ایک جعل ساز مجرم کی باتیں سن رہا ہے۔ پھر اچانک صفدر چونکا۔ اس کی نگاہ

اتفاقاً ہی اپنی کلائی گھڑی پر گئی تھی۔ ڈائیل پر دونوں سوئیاں مخصوص انداز میں اپنا اپنا زاویہ بنا رہی تھیں۔

صفدر نے تیزی سے سر اٹھا کر ریسٹوران کے داخلی دروازے کی طرف دیکھا۔ ایک شخص اندر داخل ہو رہا تھا۔ جس کے بدن کا لباس سفید پتلون اور سیاہ جیکٹ پر مشتمل تھا۔ اس کے منہ سے تھوڑے تھوڑے وقفے سے دھواں نکل رہا تھا جو فضا میں دائروں کی شکل میں اوپر کی طرف اٹھ رہا تھا اس کے ایک ہاتھ میں سفید پائپ تھا۔

صفدر کا بدن اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے اس طرح اکڑ گیا جیسے بجلی کا کرنٹ اس کے پورے بدن میں سے دوڑتا ہوا گذر گیا ہو۔

وہ آدمی لمحہ بھر کے لیے دروازے پر رُکا پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی بے تکلف مسکراہٹ ابھری۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے دوستانہ انداز میں ہاتھ ہلایا اور اس میز کی طرف بڑھنے لگا جہاں صفدر اور مصدق بیٹھے ہوئے تھے۔

ایک کوندا سا صفدر کے ذہن میں لپکا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

ان کی طرف بڑھنے والا آدمی اکیلا تھا۔ جولیا اس کے ساتھ نہیں تھی۔



صفدر کا فیوز ایک دم اُڑ گیا۔ چند لمحے پہلے سب کچھ پروگرام کے عین مطابق تھا۔ اس سلسلے میں صفدر کا خیال تھا کہ وہ بہت ٹھیک ٹھاک اداکاری کر رہا تھا۔ ایک اس درجے کی اداکاری جو فن کاری کو چھوتی ہے۔ لیکن ابھی ابھی فوری طور پر اسے شدت کے ساتھ احساس ہوا کہ اگر اب تک حالات گڑ بڑ نہیں ہوئے تھے۔ تو اس کی وجہ محمد مصدق کی گفتگو تھی۔ وہ ایک صاحب ذوق اور صاحب فکر آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے اب تک جو باتیں کی تھیں وہ صفدر کے دل کو لگی تھیں۔ ورنہ عین ممکن تھا کہ عام جرائم پیشہ لوگوں کی طرح اگر مصدق بھی الٹی سیدھی باتیں کرتا تو صفدر اب تک اتنا موڈ بگاڑ چکا ہوتا اور ایکس ٹو کے احکامات کے خلاف اس آدمی کو چند کھری کھری باتیں بھی سنا چکا ہوتا۔

لیکن سفید پائپ والے کو تنہا اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر صفدر کا سارا کمپیوٹر سسٹم خراب ہو گیا۔

"دیر سے پہنچنے کی معذرت چاہتا ہوں دوستو!"
سفید پائپ والے نے میز کے بالکل نزدیک پہنچ کر بے تکلفی سے کہا اور اپنا ایک ہاتھ صفدر کی طرف بڑھایا صفدر نے سپاٹ چہرے اور سخت نظروں کے ساتھ اسے گھورا۔ اس کی سخت اور کرخت نظریں جولیا کے بارے میں سوال کر رہی تھیں اور اس سے پہلے کہ یہ سوال اس کی زبان سے ادا ہوتا۔

پائپ والے نے اس کی طرف بڑھایا ہوا ہاتھ واپس کھینچ لیا اور لاپرواہی سے کرسی پر بیٹھے مصدق کی طرف دیکھا!

"بزنس ٹور کیسا رہا پارٹنر!"
وہ مصدق سے پوچھ رہا تھا۔
"بزنس ٹور کیسا رہا بس تفریحی دورہ سمجھو۔"
مصدق کی آواز میں لاپرواہی کے ساتھ ساتھ پرانی آشنائی کی بے تکلفی بھی جھلک رہی تھی۔

"بہت اچھے.... تو اس کا مطلب ہے ہمارا بار پلیزر ٹرپ سے واپس آ رہا ہے.... بہت اچھے!"
"کھڑے کیوں ہو دوست.... آؤ بیٹھو نا!"
یہ جملہ صفدر نے اسی سفید پائپ والے سے کہا تھا۔

ایک دم اسے احساس ہوا تھا کہ غصے میں آنے کی صورت میں معاملہ گڑبڑ کا شکار ہو سکتا ہے۔ ایسی گڑبڑ جو ایکس ٹو کے لیے بھی ناقابلِ برداشت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس نے چند لمحوں کے اندر اندر اپنے ایک دم کھول اُٹھنے والے جذبات پر قابو پا کر اس ڈرامے میں اپنے کردار کے مطابق مکالمے بولنے کا دوبارہ سے آغاز کر دیا تھا!

"نہیں بس اب چلیں گے۔"

سفید پائپ والے نے اسی طرح کھڑے کھڑے کہا۔ پھر اس نے مصدق کی طرف دیکھا۔

"چلو اُٹھو بھائی چلیں۔۔۔"

"لل۔۔۔ لیکن۔۔۔"

صفدر کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ایکس۔ ٹو کی بتائی ہوئی سکیم اب کسی بھی حالت میں ضرور گڑبڑ ہو کے رہے گی۔

"لیکن ہمارا پروگرام تو یہ تھا کہ۔۔۔"

صفدر اپنا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی رُک گیا۔ سفید پائپ والے نے آہستگی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے پُراسرار سے انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا۔

"پروگرام بنتے بگڑتے رہتے ہیں دوست!"

اس نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔

"پہلا پروگرام بھی ہم ہی نے بنایا تھا اور یہ دوسرا پروگرام بھی ہمارا ہی ہے۔ یہاں بیٹھنے کو اب جی نہیں چاہتا۔ بس چلیں گے۔"

اسی دوران میں وہ ویٹرس دوبارہ ان کی میز کے نزدیک پہنچ گئی تھی جس نے تھوڑی دیر پہلے اس سے آرڈر لینا چاہا تھا۔

"آپ کیا لینا پسند کریں گے سر!"

اس نے اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں مس...."

سفید پائپ والے نے صفدر سے پہلے ہی پلٹ کر اس ویٹرس سے مخاطب ہو کر کہا،

"ہمارا پروگرام تبدیل ہو گیا ہے۔ ہم فوری طور پر جا رہے ہیں۔!"

"آل رائٹ سر!"

ویٹرس نے صفدر کی طرف الجھی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور سر کو ہلکا سا خم دے کر واپس پلٹ گئی۔

"اور تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے دوست۔"

صفدر نے چونک کر دیکھا۔ مصدق نے یہ جملہ اسی سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

"بہت اچھے......"

"پھر تو پروگرام اور بھی اچھا رہے گا پیارے۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔"

صفدر نے واپس کوچ پر بیٹھتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا۔ وہ جان چکا تھا کہ اب جو کچھ بھی اسے کرنا ہے اس کا تعلق ایکس۔ٹو کی بنائی ہوئی ہدایات سے نہیں ہو گا۔ بدلتی ہوئی صورت حال میں اس نے فوری طور پر اپنے پروگرام میں بھی تبدیلی کر لی تھی۔

"اس کے علاوہ میں تم سے یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ وعدے کے مطابق تم جولیا کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لائے۔"

"اس کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ اس لیے وہ ساتھ نہیں آ سکی۔ اسی لیے تمہیں ساتھ چلنے کے لیے کہا ہے ہم نے، خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا اسے' بہت یاد کر رہی تھی تمہیں، تمہارا نام عمران ہی ہے نا!"

"نہیں میرا نام صفدر ہے!"

اس نے دبی دبی آواز میں کہا۔ اب یہ الگ بات کہ اس دبی ہوئی آواز میں بھی کرختگی اور غصے کا واضح اظہار ہو رہا تھا۔

"اوہ...... تو تم عمران نہیں ہو۔"

سفید پائپ والے نے سرگوشی میں کہا۔ صفدر نے ایسے محسوس کیا جیسے اسے کچھ مایوسی ہوئی ہو۔

"بہرحال کوئی مضائقہ نہیں۔ عمران نہیں تو صفدر سہی، چلو اٹھو اب چلیں!"

سفید پائپ والا کہہ رہا تھا۔ مصدق اسی طرح بے نیازی اور لاتعلقی سے دونوں کے درمیان کسی فیصلے کا منتظر دکھائی دیتا تھا۔

اچانک صفدر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس نے ایک بھی لمحے کی تاخیر کیے بغیر پوری قوت اور تیزی کے ساتھ میز کو اس طرف الٹ دیا۔ جدھر مصدق اور وہ سفید پائپ والا موجود تھا۔ پائپ والا لڑکھڑا کر گرا اور بُری طرح میز کے ساتھ الجھ گیا البتہ مصدق نے پھرتی سے ہٹ کر اپنے آپ کو بچا لیا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو صفدر، تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟"

مصدق نے تیز آواز میں یہ سرگوشی کی تھی۔ اس کی نظریں بیک وقت صفدر کے علاوہ ہال میں موجود ان لوگوں کا جائزہ بھی لے رہی تھیں جو میز الٹنے کے ساتھ ہی چونک پڑے تھے۔ ان میں سے کچھ کسی خطرے کو محسوس کر کے

اپنی میزوں سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اور پریشان نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ چند عورتوں کے منہ سے دبی دبی چیخیں بھی برآمد ہوئی تھیں۔

"اس بدتمیزی کے لیے میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں خواتین و حضرات!"

مصدق نے بلند آواز میں کہا:

دراصل ہمارا یہ دوست نشے کی زیادتی کے باعث اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکا۔ بہرحال میں معذرت چاہتا ہوں۔ آپ لوگ تشریف رکھیں۔ ہم اسے اپنے ساتھ لیے جا رہے ہیں!"

سفید پائپ والا اتنی دیر میں زمین سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور حریفانہ نظروں سے صفدر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا سفید پائپ ابھی تک، اس کے ہاتھ میں تھا البتہ اس کی راکھ ریسٹوران کے دبیز قالین پر بکھر گئی تھی۔

مصدق نے آنکھ کے اشارے سے سفید پائپ والے سے کچھ کہا تھا پھر صفدر کا ایک بازو اس نے ایسے تھام لیا تھا جیسے واقعی صفدر نشے میں دھت ہو اور اس کے چلنے کی قوت تقریباً ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ سفید پائپ والے نے بھی مصدق کی طرح صفدر کے دوسرے بازو کو اپنی گرفت

میں لے لیا تھا۔

"چھوڑ دو... چھوڑ دو مجھے! میں نشے میں نہیں ہوں!"
اس کی تیز کرخت آواز ریسٹوران میں گونجی لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اپنی گرفت کمزور نہیں کی تھی۔

"یہاں چیخنے چلانے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا دوست!"
سفید پائپ والے نے اس کے کان کے نزدیک سرگوشی کی تھی۔

"یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہمارے سوا کسی کی بات کا کوئی مطلب نہیں... کیا سمجھے!"

وہ دونوں اسے تقریباً دھکیلتے ہوئے باہری دروازے کی طرف کھینچ رہے تھے۔ صفدر کو ایک لمحے کے لیے اپنی جسمانی قوت اور مقابلے کی ماہرانہ صلاحیت استعمال کرنے کا خیال آیا تھا۔ لیکن پھر اچانک ہی اس نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ایک خیال جھماکے کی طرح اس کے دماغ میں روشن ہوا تھا اور وہ اپنے دل میں ان کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو گیا۔

"مجھے چھوڑ دو! میں چل رہا ہوں تمہارے ساتھ!"
صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔ لیکن ان دونوں نے اس کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

"تم نشے میں ہو میرے دوست! خود چلو گے تو گر پڑو گے۔ ہم کیسے چھوڑ دیں تمہیں"

مسدق نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا تھا۔ دراصل لوگ اپنی میزوں سے اٹھ اٹھ کر ان کے نزدیک آ رہے تھے ایسی صورت میں یہ ہی بات کہی جا سکتی تھی جو مسدق نے کہی۔

ریسٹوران سے باہر نکلتے ہوئے صفدر نے اچٹتی ہوئی نظر اس گاڑی پر ڈالنے کی کوشش کی جس میں مصدق کے ساتھ سوار ہو کر وہ یہاں تک آیا تھا لیکن گاڑی کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"ڈرائیور کہاں چلا گیا....!"

صفدر نے پریشانی کے ساتھ سوچا۔

"کہیں اسے بھی تو ان لوگوں نے...."

ایک اندیشہ سا اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا لیکن پھر ایک سخت جھٹکے نے اس کے خیال کا تانا بانا توڑ دیا۔

"لو اب اپنے قدموں سے چلو...."

ان دونوں نے اسے زور سے آگے کی طرف دھکیلتے ہوئے ایک ساتھ کہا تھا۔ یہ جھٹکا صفدر کو اس دھکیلے جانے کے باعث لگا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو زمین پر گرنے سے بچاتے ہوئے سیدھا کھڑا ہونے کی کوشش تاریکی میں کار پارکنگ میں کھڑی ہوئی ایک

موڑ کا سہارا لیا اور خود کو وقتی طور پر حالات کے دھارے
چھوڑ دیا۔

"ایک تیرمیں کئی شکار۔۔۔!"

پائپ والے نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"تم بھی جیل سے باہر اور ان دونوں کے دو آدمی بھی ہمارے
قبضے میں۔۔۔ بگ برادر خوش ہو گا۔۔۔!"

"بگ برادر!"

صفدر کے ذہن میں یہ لفظ اس طرح گونجا جیسے کسی وسیع
گنبد میں کوئی اونچی آواز بازگشت کے ساتھ گونجتی ہے!"

"بگ برادر۔۔۔ کون ہے یہ بگ برادر!"

لیکن اسے اس سوال کا جواب دینے والا کوئی نہیں تھا!!



وہ ایک شاندار اور پرشکوہ عمارت تھی۔ جس کے کمپاؤنڈ میں ان کی طویل سیاہ رنگ کی مرسیڈیز داخل ہوئی تھی۔ پختہ اور لمبی راہ داری پر سے گزرتی ہوئی عمارت کے پورچ میں داخل ہوئی اور رک گئی۔

عمارت کے بیرونی حصے میں روشنی کا بہت کم انتظام تھا۔ چند چھوٹی چھوٹی بتیاں روشن تھیں جو اس عمارت کی شان و شوکت کو پوری طرح نمایاں کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھیں لیکن اس عمارت کے شکوہ کا درست اندازہ صفدر کو اندر داخل ہو کر ہوا تھا۔

یہ شہر کے کنارے پر واقع ایک ایسی رہائشی بستی تھی۔ جو تمام تر وسیع و عریض رقبوں پر تعمیر کی گئی کوٹھیوں پر مشتمل تھی۔ یہاں زیادہ تر بڑے بڑے صنعتی اداروں کے مالکان، ایسے بڑے زمیندار جو شہروں میں بھی رہائش کا انتظام رکھتے ہیں اور ایسے لوگ آباد تھے جو معاشرے میں سماجی و معاشی

معاملات میں نمایاں اور معزز مقام رکھتے تھے۔

طویل برآمدوں اور ان سے بھی زیادہ طویل راہ داریوں سے گزرتے ہوئے صفدر نے دیواروں پر آویزاں تصویروں اور آرائش کی دوسری چیزوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں داد دی۔ عمارت کی سجاوٹ اس انداز میں کی گئی تھی۔ جیسے یہ کسی بہت ہی صاحبِ ذوق اور خوش مذاق آدمی کی رہائش گاہ رہی ہو۔

تقریباً دس منٹ تک چلتے رہنے کے بعد صفدر اپنے ساتھ آتے ہوئے دونوں آدمیوں کے ہمراہ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں داخل ہوا۔ جس کا فرش نرم اور قیمتی قالین سے ڈھکا ہوا تھا۔ نشست کے لیے بھاری صوفے اور میزیں بہت قرینے کے ساتھ سجائی گئی تھیں۔ سامنے کی دیوار پر کئی فٹ لمبی اور اونچی ایک تصویر آویزاں تھی جس میں ایک ایسے بپھرے ہوئے سمندر کا منظر تھا جس میں ایک چھوٹی سی کشتی پر سوار ایک کم عمر لڑکا کشتی کو الٹنے سے بچانے کے لیے بہت مشقت بھرے چہرے کے ساتھ چپو چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

ایسے طوفانی سمندر میں اس چھوٹی سی کشتی کو محض چپو کے سہارے بچانے کی کوشش کس حد تک درست اور

کامیاب تھی۔ اس کا اندازہ تصویر سے لگانا تقریباً ناممکن تھا البتہ تصویر کو دیکھ کر جو خیال ذہن میں بیدار ہوتا تھا وہ بہت صحت مند، مہذب اور دل کو گداز کر دینے والا تھا۔!!

"کیا تم لوگ واقعی مجرم ہو!"

صفدر نے چاروں طرف گھوم کر کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ انہیں کمرے میں داخل ہوئے ایک منٹ سے زیادہ ہو چکا تھا۔ اور اس دوران میں کمرے کی خاموشی کو توڑنے والا یہ پہلا جملہ تھا۔

نہیں....."

مسدق نے صفدر کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم نہ پہلے کبھی مجرم تھے اور نہ اب ہیں!"

"لیکن وہ جعلی کرنسی والا کیس....!"

صفدر سخت حیران تھا۔ دراصل وہ اس عمارت کے حسن میں ایسا کھو گیا تھا کہ اس کو دھیان ہی نہ رہا کہ اسے زبردستی یہاں تک لایا گیا ہے اور اسے یہاں لانے والے نہایت خطرناک قسم کے مجرم ہیں۔

"عمر کے اعتبار سے تمہیں ایک سنجیدہ اور سمجھدار آدمی

ہونا چاہیے مسٹر... صفدر!"

سیاہ جیکٹ میں ملبوس آدمی نے اس کی طرف دیکھا
ہوئے سخت لہجے میں کہا:

"انسان کو چاہیے کہ وہ خود ہی چیزوں کو دیکھے اور خود
ان سے نتائج حاصل کرے۔"

"ہر کرنسی جعلی کرنسی ہے دوست!"

اس بار مصدق بولا تھا۔ اس کی آواز میں ٹھہراؤ او
گہرائی تھی۔ صفدر نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا وہ
کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تم جاپان کی کرنسی روس میں اور روس کی کرنسی کینیڈ
میں نہیں چلا سکتے۔ وہ تم پر شک کریں گے۔ تم سے
سوالات کریں گے اور بالآخر تمہیں جیل کی سلاخوں کے پیچ
دھکیل دیں گے۔"

"تم بہت عجیب باتیں کرتے ہو!"

صفدر نے مصدق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ باتیں تمہارے لیے اور تمہارے جیسے ان گنت لوگو
کے لیے عجیب ہی ہوں گی... لیکن میرے لیے اور میرے
ساتھیوں کے لیے یہ اتنی ہی سادہ اور سیدھی باتیں ہیں جیسے
کیلنڈر میں درج تاریخیں۔"

"اب تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟"
اچانک صفدر نے اکتاہٹ کے ساتھ پوچھا۔ ایک دم ہی اسے خیال آیا تھا۔ کہ وہ مصدق کی فلسفیانہ باتوں کے داؤ پیچ میں اُلجھ کر غفلت کا شکار ہو رہا ہے۔
"ہمارا ہر پروگرام طے شدہ ہے دوست! تمہیں محض چند منٹوں کا انتظار برداشت کرنا ہوگا۔ اس دوران میں تم کیا پسند کرو گے۔ میرا مطلب ہے وہسکی، بیئر..."
سیاہ شرٹ والے نے سوالیہ نظروں سے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"میں شراب نہیں پیتا۔"
"صفدر نے آہستگی سے کہا:
"ہاں البتہ کافی مل سکتی ہو تو ضرور..."
مصدق نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا اور صفدر کے بیٹھنے سے قبل ہی وہ خود ایک صوفے پر اس طرح بیٹھ گیا تھا جیسے کوئی شخص اپنے مطالعے کے کمرے میں آرام کرسی پر نیم دراز ہو۔
صفدر نے صوفے پر بیٹھنے کے لیے قدم بڑھایا لیکن پھر فوراً ہی وہ پلٹا قدموں کی غیر مانوس آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔

سامنے دروازے کے درمیان ایک نوجوان لڑکی شب خوابی کا لباس پہنے کھڑی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ کمر پر ٹکے ہوئے تھے۔ اس کا چہرہ تازہ کھلے ہوئے گلاب کی طرح دمک رہا تھا۔ اس کے لپ سٹک لگے سرخ ہونٹوں پر ایک والہانہ مسکراہٹ تھی اور اس کی چمکتی ہوئی مسرور آنکھیں کوچ پر نیم دراز مصدق پر جمی ہوئی تھیں۔

"اوہ مائی سویٹ ہارٹ!"

ایک دم وہ مسرت سے چھلکتی ہوئی آواز کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھی تھی اور کوچ کے نزدیک پہنچ پر مصدق پر اس طرح جھکی تھی جیسے اس پر گر ہی پڑے گی!

صفدر نے دلچسپی سے اس منظر کو دیکھا لیکن پھر فوراً ہی بیزاری کے ساتھ سر دوسری طرف پھیر لیا۔ وہ لڑکی والہانہ انداز میں مصدق کے ہاتھوں اور سر اور چہرے کو چومنے کی کوشش کر رہی تھی اور مصدق پتھر کے مجسمے کی طرح ساکت اپنی جگہ پر پڑا ہوا تھا۔

"اٹ از اے سرپرائز فار می... ان میں سے تو کسی نے بھی مجھے کچھ نہیں بتایا۔ میں نے ابھی ابھی اپنے بیڈ روم کی کھڑکی سے تمہیں دیکھا اور... اور..."

"ریٹا...!"

مصدق کی مہذب لیکن غیر متعلق سی آواز ممدر کے کانوں میں داخل ہوئی۔

"لٹ می ٹیک ریسٹ.... سو نائس آف یو.... بٹ آئی ایم ٹائرڈ!"

"او ہنی.....!"

ریٹا نامی اس لڑکی نے اپنی دیوانگی کو جاری رکھتے ہوئے محبت اور وحشت بھری آواز میں کہا۔

"میں مسلسل تمہیں یاد کرتی رہی۔ تمہارا انتظار کرتی رہی لیکن تم بالکل ہی ویسے ہو۔ میری موجودگی سے بیزار۔ میری محبت سے پریشان.....!"

"اٹ از ناٹ فیئر ریٹا!"

مصدق نے اپنی آواز میں لاتعلقی کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے تمہاری موجودگی اور محبت دونوں اچھی لگتی ہیں لیکن تم سمجھتی کیوں نہیں۔ اس کمرے میں ہمارے علاوہ بھی کوئی موجود ہے اور اس کے ساتھ میں کئی دن ایک ایسی جگہ گزار کر آ رہا ہوں جہاں دنیا کا سب سے کمینہ انسان بھی رہنا پسند نہیں کرے گا۔ جیل انسانی خواہشوں کا سب سے بڑا قید خانہ ہے ریٹا! مجھے اس وقت تنہا چھوڑ دو! میں خود

تمہاری طرف آؤں گا!"

"اوہ! مائی پُوّر بین!"

ریٹا نے کھڑی ہو کر افسوس اور رنج کی نظروں سے مصدق کی طرف دیکھا تھا۔ پھر اس کی نظریں کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے صفدر پر پڑی تھیں۔ اس نے پوری بے باکی کے ساتھ صفدر کا بھرپور جائزہ لیا تھا۔ اس دوران ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر اُبھر آئی تھی۔

"یہ کون ہے ہنی۔۔۔۔!"

اس نے اسی طرح مسکراتے ہوئے صفدر کی طرف دیکھنا جاری رکھتے ہوئے پوچھا تھا:

"یہ۔۔۔۔!"

مصدق نے صفدر کی طرف دیکھے بغیر بند آنکھوں کے ساتھ کہا اور اس سے آگے کچھ کہنے سے پہلے وہ اس سارے عرصے میں پہلی بار طنزیہ انداز میں ہنسا تھا۔

"یہ ایک قانون پسند آدمی ہے!"

ریٹا کی آنکھیں کچھ سکڑ گئیں اور لمحہ بھر کے لیے اس کی مسکراہٹ کہیں غائب ہو گئی۔

"اور یہ اس عورت کو لے جانے کے لیے آیا ہے جسے میری رہائی کے لیے اغوا کیا گیا تھا۔ کیا نام ہے اس عورت

"ہاں... ہاں جولیا!"
"جولیا!"
ریٹا نے سر اٹھا کر مصدق کو دیکھتے ہوئے پریشان سی آواز
میں کہا:
"کب اغوا کیا گیا تھا اسے اور کہاں ہے وہ..."
"میں کچھ نہیں جانتا..."
مصدق نے سپاٹ سی آواز میں کہا:
"میں تو خود ابھی ابھی جیل سے چلا آ رہا ہوں۔ میرے خیال
میں تو تمہیں اس کے بارے میں معلوم ہونا ہی چاہیے۔"
"مجھے...؟"
ریٹا نے اضطرابی کیفیت کے ساتھ کہا
"نہیں نہیں مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں..."
صفدر نے چونک کر تیز نظروں کے ساتھ اس لڑکی کی
طرف دیکھا تھا جو جولیا کے بارے میں کیے گئے سوال پر
اچانک مضطرب ہو گئی تھی۔ صفدر ایک دم اس طرح اٹھ
کھڑا ہوا جیسے کسی سپرنگ نے اپنے زور سے اسے اٹھا کر کھڑا
کر دیا ہو۔
"تم جولیا کے بارے میں سب کچھ جانتی ہو! بتاؤ کہاں ہے
اور کس حال میں ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی.....!"

ریٹا نے تیز اور پریشان آواز میں کہا اور مصدق کی طرف ایسے دیکھا جیسے وہ اس کی بات کی تصدیق کرنے والا ہو لیکن مصدق بے نیازی سے دیوار پر آویزاں سمندر، کشتی اور نوعمر لڑکے کی تصویر کو دیکھ رہا تھا.

اچانک صفدر کو جیسے کسی چلک پھیریاں رہتے ہوئے گرداب نے اپنی لپیٹ میں لے لیا وہ اچھل کر اٹھتا ہوا لڑکی کے نزدیک پہنچا اور وحشیانہ انداز میں اس لڑکی کی کلائی کو اپنی گرفت میں لے لیا.

"بتاؤ! کہاں ہے جولیا! ان لوگوں نے کیا سلوک کیا ہے اس کے ساتھ، مجھے بتاؤ کس حال میں ہے وہ.....!"

لڑکی خوف زدہ ہوگئی تھی۔ اس حد تک کہ اس نے اپنی کلائی چھڑانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی.

"میں کہتا ہوں بتاؤ!...."

صفدر نے دوبارہ دہاڑتے ہوئے کہا تھا. دراصل خوفناک اندیشوں کی یلغار نے ایک دم اسے وحشیانہ کرختگی پر مجبور کر دیا تھا.

"اسے چھوڑ دو مسٹر!"

ایک نہایت شستہ اور مہذب آواز کمرے میں گونجی؛

"میں بتاتا ہوں جولیا کہاں ہے!"

صفدر نے شکار کے لیے نکلے ہوئے کسی شکاری کی طرح تیز نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا۔ ایک نوجوان آدمی نہایت نفیس لباس میں کھڑا بے تکلف دوستانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کے ساتھ ایک مطمئن اور باوقار عورت کی طرح جولیا۔

جولیا کے جسم پر نفیس اور شاندار لباس تھا اور آنکھوں میں وہی دل موہ لینے والی پراسرار مسکراہٹ۔ وہ تمام تر تعلق اور رفاقت کے احساس کے ساتھ صفدر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"جولیا یہاں ہے اور اب یہ ہمیشہ یہیں پر رہے گی۔"

وہ نوجوان آدمی بے تکلفی سے مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

صفدر کی گرفت بتدریج ریٹا کی کلائی پر نرم ہوتی گئی۔



"ہیلو مصدق... کیا حال ہیں حضور آپ کے...!"

اس سمارٹ سے نفیس لباس میں ملبوس آدمی نے صوفے پر نیم دراز مصدق کی طرف جھکتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ مصدق اس وقت اپنی آنکھیں تقریباً بند کیے جیسے مراقبے میں تھا۔

"کوئی شعر نہیں کوئی شعر نہیں پھر سچا شعر سنائیں کیا!"

مصدق نے اپنی مراقبہ کی پوزیشن کو اسی حالت میں برقرار رکھتے ہوئے پھڑ پھڑ کر کہا:

"سچے شعر کی بھی خوب کہی آپ نے بھائی!"

اس آدمی نے دروازے کی طرف کھڑے رستے کی جانب آگے بڑھتے ہوئے خوش دلی سے کہا:

"کیا خوب کہا ہے شاعر نے کہ خشک سیر دل تن شاعر کا لہو ہوتا ہے۔ تب نظر آتی ہے اک مصرعہ تر کی صورت، لیکن سچی بات تو یہ ہے مصدق بھائی کہ آپ واپس لوٹ

آئے۔ ہمارے لیے یہ ہی سچا شعر ہے!"

"بہت کرم ہے پرویز صاحب ورنہ ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے۔ بے سبب ہوا شاید دشمن آسماں اپنا۔"

"یہ لفظ "شاید" نہیں ہے مصدق بھائی! چچا غالب نے یہاں اپنا تخلص استعمال کیا تھا۔ بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا۔۔۔"

"آپ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہیں پرویز صاحب" ایک دم مصدق نے آنکھیں کھول کر اپنے قریب کھڑے ہوئے نفیس لباس اور خوش مزاج نوجوان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جو عین اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

ویسے بھی ماموں غالب کہہ گئے ہیں کہ

"مجبوری و دعویٰ گرفتاری الفت
دستِ تہہ سنگ آمدہ پیمانِ وفا ہے"

"آہ کیا شعر کہہ گیا ہے ظالم۔

"اُف۔ اک تیر میرے سینے پہ مارا کہ ہائے ہائے"۔۔۔

لیکن پھر ایک دم پرویز کا داد دینے کے انداز میں ہلتا ہوا سر رک گیا۔

"نہیں مصدق بھائی یہ غالب صاحب آپ کے ماموں کب سے ہو گئے۔ ان کے جگت چچا ہونے کے بارے میں تو کچھ علم ہمیں بھی تھا لیکن یہ ماموں والی پھسخ....!"

"پھسخ....؟"

مصدق نے یوں کہا جیسے اس لفظ پر اسے اعتراض ہو۔

"اس میں پھسخ والی کیا بات ہے پرویز صاحب۔ جو شخص کسی کا چچا ہو سکتا ہے وہ کسی کا ماموں بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"بجا ارشاد....بجا ارشاد!"

پرویز نے آداب بجا لانے کے انداز میں کہا۔ جیسے مصدق کی اس بات کا اسے بہت لطف آیا ہو۔ اس دوران میں جولیا کمرے میں داخل ہو کر صفدر کے نزدیک آ کر کھڑی ہو چکی تھی لیکن ان دونوں آدمیوں کی اوٹ پٹانگ گفتگو نے اُسے اس بُری طرح اُلجھا دیا تھا کہ فی الحال ان کے درمیان ایک بھی جملے کی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔

"کس قسم کے لوگ ہیں یہ....!"

اچانک صفدر نے ذرا پریشان لہجے میں کہا۔ دراصل اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنا مزاح پسند فلسفہ بولنے والا مصدق ایک دم سے شعر و شاعری میں اُلجھ کر اس طرح کی اول فول گفتگو کر رہا ہے۔

صفدر نے یہ جملہ جولیا سے سرگوشی میں کہا تھا لیکن جولیا نے اس کا کوئی جواب دینے کی بجائے محض مسکرا دینے پر اکتفا کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ایک اغوا شدہ عورت نہیں ہے جو اس وقت خطرناک مجرموں کے قبضے میں اور ان کے درمیان موجود ہو۔ بلکہ کوئی ایسی خاتون ہو جو اپنے گھر میں آئے ہوئے ایک اجنبی شخص کی حیرت پر لطف اندوز ہو رہی ہو۔

"آپ کا کیا اسم گرامی ہے جناب!"

اچانک پرویز نے پلٹ کر جولیا کے ساتھ کھڑے ہوئے صفدر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ ایسے بول رہا تھا جیسے ایک نئے دوست سے تعارف حاصل کر رہا ہو۔

"یہ صفدر ہیں...."

صفدر سے پہلے ہی جولیا نے شائستہ انداز میں صفدر کا تعارف کروانا شروع کر دیا۔

"اور سیکرٹ سروس میں میرے ساتھی ہیں!"

"بہت خوب.... بہت خوب...."

پرویز نے ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"بہت خوشی ہوئی جناب آپ سے مل کر"

اس نے صفدر سے ہاتھ ملاتے ہوئے گرم جوشی سے

کہا تھا۔

"لیکن وہ کیا ہے آپ کا علی عمران ..... بہت جی چاہتا ہے ملنے کو، مدت ہی گذر گئی اس سے ملے ہوئے۔ اگر وہ بھی آ جاتا تو خوب رہتا۔ خیر.....!"

اس کے ساتھ ہی اس نے جولیا کی طرف غور سے دیکھا جس کی آنکھوں میں عمران کے ذکر پر ایک خاص چمک پیدا ہو گئی تھی۔ پرویز کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر اس نے ایک جھٹکے سے اس طرح نظریں ہٹائیں جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔ اسی کوشش میں اس کی نظریں مسدق سے جا ٹکرائی تھیں لیکن پھر زبردست جھٹکے کے ساتھ جولیا کو اپنی نظریں ایک بار پھیرنا پڑی تھیں کیوں کہ جوں ہی اس کی آنکھیں مسدق کی آنکھوں سے چار ہوئی تھیں۔ مسدق کی ایک آنکھ اس طرح میچ گئی تھی جیسے وہ اسی لمحے کا انتظار کر رہی ہو۔

جولیا کو اس بری طرح گڑبڑاتے ہوئے صفدر نے دیکھ لیا تھا اور اس نے مسدق کی ایک میچی ہوئی آنکھ کا جائزہ بھی لے لیا تھا جس کے ساتھ ہی صفدر کو اپنے منہ کا ذائقہ بڑی طرح بگڑا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"کیسا عجیب و غریب اور واہیات آدمی ہے۔"
صفدر نے زیرلب بڑبڑاتے ہوئے کہا تھا۔

"کبھی فلسفہ بولتا ہے، کبھی شاعری پر الٹی سیدھی گفتگو کرتا ہے اور کبھی اس طرح...."

صفدر اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ اس نے جولیا کے سرخ ہوتے ہوئے چہرے کو دیکھ لیا تھا۔

"کک۔ کس کی بات کر رہے ہیں جناب آپ...؟"

پرویز نے ایک دم اس کی بڑبڑاہٹ پر توجہ کرتے ہوئے ذرا حیرت سے پوچھا تھا اور صفدر کی آواز یا اشارے کے بغیر ہی اس کی آنکھیں صفدر کی آنکھوں کا تعاقب کرتی ہوئی مسدق پر جا ٹکی تھیں جو ایک بار پھر مراقبے میں جا چکا تھا۔

"اوہ! آپ مصدق بھائی کی بات کر رہے ہیں۔"

اس نے غور سے مصدق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے ہلکے سے قہقہے کی آواز بھی برآمد ہوئی تھی۔

"نہ بھائی صفدر صاحب نا!"

پرویز کہہ رہا تھا۔

"مصدق بھائی کو آپ عجیب و غریب تو بے شک کہہ لیں لیکن واہیات کا لفظ ان کو سوٹ نہیں کرتا۔ یہ تو بہت کام کے آدمی ہیں صاحب! ان جیسے فن کار تو بہت مشکل سے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ

ایک بار ان کی بنائی ہوئی مونا لزا کی تصویر تین لاکھ ڈالر میں بک رہی تھی۔ وہ تو ستیاناس ہو ماہرین مصوری کا کہ عین وقت پر گاہک کو انہوں نے گمراہ کر دیا کہ بھائی صاحب یہ مونا لزا کی اصل تصویر نہیں ہے بلکہ جعلی ہے۔ اگر ہمارے مصدق بھائی کو تھوڑا سا وقت اور مل جاتا تو ایک ہی جھٹکے میں خاصی لمبی رقم ہاتھ آ جاتی۔ خیر جان بچی سو لاکھوں پائے ہمارے بھائی مصدق کو اس ملک سے فرار ہو کر جان بچانی پڑی۔ ...“

”واقعی بہت بڑے فن کار ہیں یہ آپ کے مصدق بھائی“ صفدر نے طنزیہ آواز میں مصدق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جولیا کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔ نائٹی میں ملبوس ایک طرف کھڑی ریٹا کا منہ بن گیا تھا۔ شاید مصدق کے بارے میں صفدر کا کہا ہوا طنزیہ جملہ پسند نہیں آیا تھا۔

”یہ واقعی بہت بڑے فن کار ہیں صاحب! آپ کو تو ان کی فن کاری کا ایک فیصد بھی علم نہیں ہے۔ ایک بات اور آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ دنیا کے اکثر ملکوں میں ان کا داخلہ نہ صرف منع ہے بلکہ ان ملکوں کے قانونی ادارے ان کی گرفتاری میں بڑھ چڑھ کر دلچسپی لے رہے ہیں۔

”ماشا اللہ! کیا پرسنلٹی ہے۔“

صفدر کے لہجے میں طنز کی کاٹ کچھ اور تیز ہو گئی تھی۔

"آپ بھی تو کچھ فرمایئے نا حضور!"
پرویز نے مصدق کی طرف دیکھ کر اُکسانے کے انداز میں کہا۔
"ان صاحب کو آپ سے کچھ شکوہ معلوم ہوتا ہے۔ وہاں سے یہاں تک آتے آتے کیا کر ڈالا آپ نے ان کے ساتھ کر...!"
ایک دم پرویز نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ وہ غور سے مصدق کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اچانک چپ ہو کر اس نے سکڑی ہوئی نظروں سے مصدق کو اس طرح دیکھنا شروع کر دیا جیسے اسے مصدق نامی اس جعل ساز آدمی کے چہرے پر کوئی نئی انوکھی اور انوکھی چیز نظر آ گئی ہو۔ یا اس طرح کہ جیسے مصدق وہاں پہلے سے موجود نہ تھا اور اچانک کمرے میں اس نے حلیے پر پرویز چونک کر پہلی بار اس کو دیکھ رہا ہو۔
صفدر، جولیا اور ریٹا نامی اس لڑکی نے بھی پرویز کی اسی بدلی ہوئی کیفیت کو محسوس کر لیا تھا۔
"تم ہو کون مسٹر!"
اچانک پرویز کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز میں یہ جملہ ادھورا اور بے اختیار اس کا ایک قدم مصدق کی طرف اُٹھ گیا۔
صوفے پر یوگا کے انداز میں بیٹھے ہوئے مصدق نام کے اس آدمی کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ کھلی ہوئی

لہری آنکھوں کے ساتھ اپنے مخاطب کی آنکھوں میں رکھے جا رہا تھا۔

پرویز کے منہ سے نکلنے والا جملہ سن کر صفدر اور وہاں موجود دونوں عورتیں بھی ایک دم سناٹے میں آ گئی تھیں۔ صفدر کو ایسا محسوس ہوا جیسے جمے جمائے مہروں والی شطرنج کو کوئی اُلٹ دے اور تمام مہرے اپنے اپنے خانوں سے ہٹ کر ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو جائیں۔

"میں پوچھتا ہوں کون ہو تم...."

پرویز نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا تھا۔ لیکن اس بار اس کے جملے میں ٹھہراؤ اور سرسراہٹ کی بجائے حیرت، کرختگی اور سختی تھی۔ وہ اپنے دونوں پاؤں مضبوطی سے زمین پر ٹکائے چیر دینے والی نظروں سے صوفے پر بیٹھے ہوئے اسی آدمی کو گھور رہا تھا۔ جسے ابھی کچھ دیر پہلے وہ مصدق اور مصدق بھائی کہہ کہہ کر بلا رہا تھا اور جس کے "شاندار ماضی" کے حوالے دیتے ہوئے پرویز کی آواز میں والہانہ پن آ جاتا تھا۔

صوفے پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اپنے جسم کو ڈھیلا کیا۔ پھر بہت آہستگی کے ساتھ وہ صوفے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ کمرے میں موجود باقی ہر شخص اپنے وجود میں ایک سناٹا اور سنسناہٹ سی محسوس کر رہا تھا۔ کمرے کی فضا میں ایک اچانک اور زبردست

ڈھی کا جھونکا داخل ہو گیا تھا جس نے کمرے کی ہر شئے کو اُلٹ
ٹ کر رکھ دیا تھا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو...."

صوفے سے بہت آہستگی کے ساتھ اُٹھ کر کھڑے ہوئے آدمی
ے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بہت اطمینان کے ساتھ یہ جوابی
ر پرویز کی طرح لڑھکایا تھا۔

"شٹ اپ...."

کمرہ پرویز کی چیختی ہوئی آواز سے گونج گیا۔ اور اس کے
ھ ہی وہ ہوا میں اس طرح اچھلا تھا جیسے وہ انسان کی بجائے
لے پھلکے جسم کا کوئی پرندہ ہو جو پر پھیلاتے ہی فضا میں اُڑ
تا ہے۔

ہوا میں اُچھلتے ہوئے اس کے جسم کا رُخ اُسی آدمی کی
ت تھا۔ جو کچھ دیر پہلے مصدق تھا۔ لیکن صرف چند لمحوں کے
ر اندر وہ مصدق کی بجائے ایک ایسا اجنبی اور نامعلوم
س بن چکا تھا جس کے بارے میں سیکرٹ سروس کے
ندر اور جولیا ہی کچھ جانتے تھے اور نہ ہی جعلی کرنسی
عظیم الشان فراڈ کیس کا مفرور پرویز ہی اس کے بارے
با خبر تھا۔

ہوا میں اڑتا ہوا پرویز کا جسم براہِ راست اس سے

ٹکرانے کو تھا۔ صفدر جولیا اور ریٹا کے منہ اس اچانک حادثے پر حیرت کی شدت سے کھل گئے تھے۔ لیکن صرف پلک جھپکنے کے عرصے میں پرویز کا بدن ایک زبردست آواز کے ساتھ اس صوفے سے ٹکرایا تھا جہاں چند لمحے پہلے وہ اجنبی اور مشکوک آدمی تھا۔

پرویز کو ہوا میں اچھلتے دیکھ کر وہ شخص بغیر کسی نوٹس کے اعلیٰ درجے کی پھرتی اور مہارت کے ساتھ محض چند انچ اپنی جگہ سے کھسک گیا اور پرویز کا جسم خالی صوفے سے ٹکرا کر صوفے سمیت پرلی جانب الٹ گیا۔

'بچہ ہے ابھی....'

اس آدمی نے دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے ایک جانب کھڑی جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے بے تکلفی سے کہا۔ اس کے ہی اس کی ایک آنکھ دوبارہ میچ گئی تھی۔

اس بار اس آدمی کی آواز بدلی ہوئی تھی اور صفدر اور جولیا کے چہروں پر اس کے آنکھ میچنے پر پہلے کی نسبت بہت مختلف ردِّعمل پیدا ہوا تھا۔

"آپ... آپ... آپ....؟"

صفدر نے ایک دم شدید بوکھلائی ہوئی آواز میں ایک لفظ کو بار بار دہراتے ہوئے کہا اور جولیا کے دونوں ہاتھ

بے اختیار اس طرح آگے بڑھے تھے جیسے وہ اس اجنبی شخص کی آواز میں پناہ ڈھونڈ رہی ہو!

"تت.... تم یہاں....؟

جولیا نے محض اتنا کہا اور اس کے ہونٹ کپکپانے لگے!!



"اوہ ـــ تو یہ تم ہو پیارے"

صوفے سمیت زمین پر اُلٹ کر گرنے کے بعد جواد نے بہت تیزی کے ساتھ اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی کوشش کی تھی اور اس اجنبی آدمی کے منہ سے بدلی ہوئی آواز میں نکلنے والا جملہ سن کر اس کی حالت میں ایک دم تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔

"دس! دس از آئی ایم مائی ڈیر اولڈ فیلو...."

اس آدمی نے بے تکلفی کے ساتھ کہا تھا۔

"اوہ! دی سپر گریٹ علی عمران...."

جولیا نے جلدی سے اس آدمی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ جو عمران ہی تھا۔ مصدق نامی جعل ساز کے میک اپ میں سیکرٹ سروس کا علی عمران ایم۔ ایس سی پی ایچ ڈی آکسن وغیرہ وغیرہ وغیرہ....!"

عمران نے اپنے دونوں بازو اس طرح پھیلا دیئے جیسے وہ

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پرانے ہم جماعت اور دوست کو کئی برسوں کے بعد دیکھ کر گرم جوشی کا مظاہرہ کر رہا ہو، جواد بھی اسی والہانہ پن کے ساتھ عمران کی طرف بڑھ رہا تھا۔ صفدر اور جولیا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کبھی گہری ہو جاتی اور کبھی ایک دم ان کے چہرے کسی پریشان کرنے والے خیال سے ساکت ہو جاتے۔ البتہ ریٹا نامی تائٹ میں ملبوس دلکش لڑکی مستقل پریشانی میں مبتلا ہوتی جا رہی تھی۔

جواد دونوں ہاتھ پھیلائے ہوتے عمران سے بغل گیر ہونے کے لیے تیزی سے آگے بڑھا تھا لیکن جوں ہی وہ عمران کے نزدیک پہنچا۔ عمران ایک بار پھر تیزی سے پرے ہٹ گیا تھا۔ جواد کے ہاتھ ہوا میں لہرا کر رہ گئے۔ وہ اپنے ہی زور میں ایک قدم آگے نکل گیا اور پھر فوراً ہی پلٹا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اس پلٹنے کے عرصے میں خاصے بدل گئے تھے۔ اب وہ کچھ حیران اور کچھ مایوس سا عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تم وہ جواد نہیں ہو مسٹر! جو کبھی میرا دوست تھا۔"

عمران سفاک آواز میں کہہ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اپنے سامنے کھڑے ہوئے نوجوان اور سمارٹ آدمی کے لیے سوائے حقارت اور لاتعلقی کے اور کچھ نہیں تھا۔

"او نو!"

جواد نے آہستگی اور گہرائی کے ساتھ کہا۔ پھر اس نے عمران کی آنکھوں میں نہایت غور کے ساتھ جھانکا اور ایک دم گونج دار قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"تو پھر تم بھی وہ عمران نہیں مسٹر جسے میں اب تک اپنا دوست سمجھتا رہا۔"

اس نے کمرے کی خاموشی کو اپنے قہقہے کی گونج سے توڑنے کے فوراً بعد کہا۔

"تمہاری حیثیت اس وقت صرف ایک بد عہد آدمی کی ہے۔ تم نے میرا آدمی مجھے واپس لوٹانے کا وعدہ کیا اور اب بجائے اس آدمی کو ساتھ لانے کے اس کے میک اپ میں خود یہاں چلے آئے۔ تم ایک وعدہ خلاف آدمی ہو۔ اور ایسے آدمی کو سوائے عبرت ناک سزا کے، انعام میں اور کچھ نہیں دیا جا سکتا۔"

"وعدہ خلافی کی عبرت ناک سزا کے پہلے حق دار تم خود ہو جواد.....!"

عمران کی آواز میں ٹھہراؤ اور اطمینان تھا۔

"تم صرف وعدہ خلاف ہی نہیں بلکہ پرلے درجے کے نہایت کمینے آدمی بھی ہو۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم، قیمتی اور شاندار لباس، تمہاری مہذب گفتگو ــــ تمہارے اندر موجود ایک

کمینے آدمی کو چھپانے میں یہ سب چیزیں بڑی طرح ناکام ہو گئی ہیں مسٹر!"

"ناکام... آخ..."

جواد نے تلخ اور طنزیہ انداز میں سر کو جھٹکا دیا۔

"ایک ناکام آدمی کی طرح گفتگو کرتے ہوئے تم بالکل اچھے نہیں لگتے عمران! تمہاری باتوں پر مجھے ان عورتوں کا گمان ہوتا ہے جو شوہروں سے مار کھانے کے بعد دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے کوسنے اور طعنے دینے لگتی ہیں۔"

"مجھے افسوس ہوا جواد....!"

عمران نے واقعی افسوس بھری نظروں سے جواد کی طرف دیکھتے ہوئے آہستگی کے سامنے رُک رُک کر کہا۔

"انسان کو زندگی اس لیے دی گئی کہ وہ اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی دنیا کو خوب صورت اور دلکش بنائے لیکن تم جیسے لوگ دنیا کو خوبصورتی اور دلکشی عطا کرنے کی بجائے اس میں بدنظمی اور انتشار پیدا کر دیتے ہیں۔ آخر تم مجرم لوگ اتنے احمق اور خود غرض کیوں ہوتے ہو پردیز..."

"یہ کمرۂ امتحان نہیں ہے پیارے!"

جواد نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اگر تم اسے کمرۂ امتحان بنانے پر ہی تلے ہوئے ہو تو

پھر کوشش کرو کہ اس امتحان میں پاس ہو سکو۔ کیوں کہ اس وقت جہاں تم موجود ہو۔ وہ سیکرٹ سروس کا کوئی دفتر نہیں میرا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اور تمہیں خبر ہونی چاہیے کہ کوئی بھی شخص اپنے ہیڈ کوارٹر میں مخالف امیدوار کو جیت کر جانے کی اجازت نہیں دے دیتا۔"

"ہار جیت کا فیصلہ تو بہت ہو پہلے ہو چکا ہے مسٹر!" عمران نے رُک رُک کر کہا۔

"یہ تو محض اس فلم کی جھلکیاں ہیں جو ابھی تھوڑی دیر میں یہاں نمائش کے لیے پیش کی جانے والی ہے۔"

اچانک صفدر اپنی جگہ سے اچھلا تھا۔ اس نے جواد کے ہاتھ کو غیر محسوس طریقے پر جیب کی طرف رینگتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ ناگہانی طور پر جواد پر گرا تھا اور جواد کو ساتھ لیتا ہوا اس کا جسم زمین سے ٹکرایا تھا۔ لیکن صرف پلک جھپکنے کے دوران ہی اس کا جسم ایک بار پھر فضا میں اچھلا تھا۔ صفدر ایک دھماکے سے دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا تھا۔

جواد بہرحال اتنا سیدھا اور سادا نہیں تھا جتنا وہ بظاہر دکھائی دے رہا تھا۔ زمین پر گرتے ہی جانے اس نے صفدر کے جسم کو کس طرح ہوا میں اچھال کر دیوار سے دے مارا تھا اور پھر زمین سے تیزی کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ہینڈز اَپ"

ایک تیز نسوانی آواز کمرے میں گونجی۔ عمران اور جولیا نے چونک کر آواز کی طرف دیکھا۔ ریٹا اپنے نیم عریاں جسم کے ساتھ ریوالور تانے ان دونوں کو ایک ساتھ اس کی زد میں لینے کے لیے ایک طرف ہٹ گئی تھی۔

"اوہ مائی سویٹ ریٹا!"

جواد کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔ اس نے ریٹا کی اس کارکردگی پر داد دینے کے لیے ایک ہوائی بوسہ اس کی طرف اچھالا تھا اور اپنی جیب سے نکالے ہوئے ریوالور کو ریٹا کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے عمران کی طرف تان لیا تھا۔

"آئی ایم ناٹ یور سویٹ ریٹا مسٹر جواد!"

ریٹا نے لاتعلقی سے کہا تھا۔

"میں اس آدمی کو تھوڑی دیر پہلے تک مصدق سمجھ رہی تھی۔ مصدق مائی ہارٹ! لیکن یہ شخص تو کوئی بہروپیا نکلا۔ ممکن ہے یہ تمہارا دشمن ہو۔ لیکن تم سے پہلے یہ میرا دشمن ہے۔ اس نے مصدق کو ساتھ لانے کی بجائے اس کا میک اپ کرکے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ تم سے پہلے میں اس سے اپنا انتقام لوں گی تم اپنا ریوالور واپس جیب میں رکھ لو

مسٹر جواد !"

"شاپ دس نان سنس ریٹا !"

جواد نے بگڑی ہوئی آواز میں اس لڑکی کو جھاڑتے ہوئے کہا:

"اگر تمہیں مصدق کا انتظار تھا تو مجھے بھی مصدق کا انتظار تھا۔ اگر اس نے تمہارے ساتھ دھوکہ کیا ہے تو دھوکہ میرے ساتھ بھی ہوا ہے لیکن مصدق تم سے زیادہ میرے لیے اہم ہے۔ تم اس سے محض رومانس کرتی ہو۔ میرا تو وہ بزنس پارٹنر ہے۔ اس لیے میں تمہیں ایسی کسی بات کی اجازت نہیں دوں گا جو۔۔۔!"

"مجھے تمہاری اجازت کی کوئی ضرورت نہیں مسٹر جواد۔"

ریٹا نے چیخ کر جواد کی آواز کو دبا دیا۔

"ہر آدمی اپنے معاملات کا خود ذمہ دار ہے جس طرح میں نے تم لوگوں کے معاملے میں کبھی کوئی دخل نہیں دیا۔ اسی طرح میں بھی تمہیں اپنے معاملے میں مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتی۔ اپنا ریوالور واپس جیب میں ڈال لو۔ پہلے میں اس آدمی سے اپنا انتقام لوں گی۔۔۔!"

"یہ مصدق بیگم ٹھیک کہتی ہے بھائی!"

عمران نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے نہایت احمقانہ انداز سے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔

"تم تو آکسفورڈ یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے ہو۔ پھر بھی اتنی تمیز نہیں رکھتے کہ مہذب لوگوں میں ہمیشہ لیڈیز فرسٹ پر عمل کیا جاتا ہے!"

پھر اس نے ریوالور بردار نیم عریاں حسینہ کی طرف دیکھ کر ایسی مسکراہٹ پھینکی جیسے وہ اس کا زبردست حمایتی ہو۔

"چلو بی بی! پہلے تم اپنا انتقام لے لو۔ میں تیار ہوں"

اس نے شکنجے میں پھنسے ہوئے چوہے کی طرح نہایت کمزور اور بے بس آواز میں کہا تھا۔

"او یو شٹ اپ عمران....!"

جواد کی چھت پھاڑ دینے والی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"خبردار ریٹا اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں....!"

لیکن اس بار پھر اس کا جملہ ادھورہ رہ گیا تھا۔ کیوں کہ ریوالور سے نکلنے والی گولی کا دھماکہ جواد کی آواز سے زیادہ گونج دار تھا اور صرف ایک نہیں بلکہ دو.... اور اس کے ساتھ ہی ایک طویل نسوانی چیخ کمرے میں پھیل گئی تھی۔

جولیا نے لپک کر زمین پر گری ہوئی ریٹا کو دونوں بازوؤں میں سنبھال لیا تھا جس کا باریک لباس بدن سے پھسل کر اس کی ستر پوشی میں بڑی طرح ناکام ہو رہا تھا۔

"اوہ خدا! ایک ساتھ دو گولیاں...."

عمران کی خوف زدہ سی آواز ابھری!

"یہ تم نے کیا کیا جواد ۔ ایک ساتھ دو گولیاں...؟ اس بے چاری دھان پان سی لڑکی کے لیے تو ایک ہی گولی کافی تھی...."

"ہاں میں جانتا ہوں...."

جواد نے آہستگی سے کہا۔

"اور میں نے ایک ہی گولی چلائی ہے"

"تو پھر وہ دوسری گولی... وہ کس نے چلائی اور کس پر چلائی؟"

عمران دہقانی انداز میں خوف زدہ ہو کر یوں پوچھ رہا تھا جیسے وہ دوسری گولی کے بارے میں واقعی بے خبر ہو۔

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو عمران...."

جواد اپنے ریوالور کی نال کو پتلون کے ساتھ رگڑتے ہوئے الجھی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ پہلی گولی ریٹا نے چلائی تھی اور اس گولی کا رُخ تمہاری طرف تھا۔"

"ہائیں.... میری طرف ۔!"

عمران نے بڑی طرح بوکھلا کر کہا۔

"تو پھر کہاں گئی وہ گولی.... کہیں میرے جسم میں تو...."

اس نے اپنی بوکھلاہٹ میں مزید اضافہ کرتے ہوئے تیزی

سے اپنے ہی جسم کے مختلف حصّوں کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔

"تم بہت چالاک ہو عمران - ہمیشہ کی طرح اصلی چالاک اور نقلی احمق...."

جواد کی سپاٹ آواز کمرے میں ابھر رہی تھی۔

"گولی تمہارے جسم میں نہیں بلکہ دیوار میں پیوست ہوئی ہے۔ تم حیرت انگیز ہو عمران۔ تم اپنے جسم کو گولی کی رفتار سے بھی زیادہ تیزی سے حرکت دینے پر قدرت رکھتے ہو۔ یو آر سو کلیور مین!"

اچانک کمرے میں ایک بار پھر جیسے بھونچال سا آگیا۔اپنا جملہ مکمل کرتے ہی جواد نے برق رفتاری سے ریوالور سیدھا کر کے یکے بعد دیگرے عمران کو اپنی گولیوں سے چھید ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ جولیا جواد کو اس طرح گولیاں چلاتے دیکھ کر خوف زدہ آواز میں چیخی تھی پھر وہ یوں آگے کی طرف لپکی تھی جیسے وہ عمران کو ان گولیوں سے بچانا چاہتی ہو۔ اس کوشش میں ریٹا کا بے جان جسم اس کے ہاتھوں سے پھسل کر زمین پر جاگرا تھا پھر جولیا کی دردناک چیخ فائرنگ کے دھماکوں میں اپنی جگہ بناتی ہوئی کمرے کی دیواروں سے ٹکرائی تھی اور اس کے ساتھ ہی اس کے بدن سے بہنے والا خون دبیز قالین پر ٹپکنے لگا تھا۔

"اوہ جولیا ......!"

عمران نے جولیا کے چیختے ہی چلا کر کہا۔ وہ جواد کی چلائی ہوئی گولیوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے اپنی جگہ پر مسلسل اس طرح اچھل رہا تھا۔ جیسے اس کے قدموں کے نیچے دہکتے ہوئے انگارے ہوں۔ جواد کی چلائی ہوئی چار گولیاں عمران کے عقب میں دیوار سے ٹکرائی تھیں۔ عمران نے سر جھکا کر اس کے ریوالور سے اپنا سر بچایا اور زمین پر گرتی ہوئی جولیا کو اپنے ہاتھوں پر تھام لیا۔

"تت ... تم ٹھیک ہو نا ... عم ... عمران!"

جولیا کی کرب سے بھری ہوئی آواز نقاہت کے ساتھ اس کے منہ سے نکلی تھی۔

"ہاں ہاں .... میں ٹھیک ہوں۔ تم .... تم ...."

پھر عمران کا جملہ ادھورا رہ گیا تھا۔ اس نے سر اُٹھا کر جواد کے تعاقب میں نظریں دوڑائیں جو اچانک کمرے سے نکل بھاگنے کے لیے دروازے کی طرف لپک رہا تھا۔

"لینا صفدر .... جانے نہ پائے!"

عمران نے چیختی ہوئی آواز میں کہا تھا۔ صفدر اس دوران میں فرش سے اُٹھ کر صورت حال کا جائزہ لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ دیوار سے ٹکرانے کے باعث اس کے ماتھے پر زخم کا

بڑا سا نشان عمران نے دیکھ لیا تھا۔ عمران کی آواز گونجتے ہی
صفدر نے کسی چیتے کی طرح دروازے کی طرف چھلانگ لگائی
تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ جواد پر جھپٹتا دروازے پر
ایک اور شخص نمودار ہوا۔ اس کے جسم پر ڈرائیوروں جیسی
سفید وردی تھی۔ البتہ اس کے سر پر ہیٹ نہیں تھا۔ وہ سیکرٹ
سروس کا نیا لیکن سب سے پراسرار رکن مارشل تھا۔
مارشل نے دروازے میں نمودار ہوتے ہی دونوں بازو دائیں
بائیں اس طرح پھیلا دیتے تھے کہ جواد کے لیے اب باہر
نکلنے کی کوئی گنجائش نہ رہی تھی۔ اپنے ہی زور میں آگے بڑھتا
ہوا جواد زور سے مارشل کے ساتھ ٹکرایا۔ پھر اس نے
مارشل کے جسم کو دھکا دے کر باہر نکل جانے کی کوشش
کی تھی لیکن یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے مارشل گوشت پوست
کا آدمی نہیں بلکہ کوئی روبوٹ ہے۔ جواد کے دھکیلنے پر
بھی اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔ اس نے
اپنے پھیلائے ہوئے دونوں ہاتھوں کو سمیٹ کر جواد کی
کمر کو اپنی گرفت میں لے لیا اور صرف ایک قدم آگے
بڑھا کر اس نے جواد کا جسم یوں اوپر اٹھا لیا تھا جیسے
وہ ایک نہایت ہلکی پھلکی چیز اٹھا رہا تھا۔ پھر وہ جواد کو اسی
طرح اوپر اُٹھائے ہوئے کمرے کے وسط میں پہنچ گیا تھا اور

ان ہی قدموں پر کھڑے کھڑے چاروں طرف گھوم کر کمرے کا اس طرح جائزہ لیا جیسے کوئی سٹیج پر کھڑا ہوا فن کار کام ختم کرنے کے بعد چاروں طرف کھڑے ہوئے تماشائیوں سے داد وصول کر رہا ہو۔

اس کی نظریں زمین پر پڑی ہوئی بے جان ریٹا کے جسم پر پڑیں۔ پھر اس نے جولیا کے ڈھلکے ہوئے سر کو دیکھا عمران جولیا کو ابھی تک اپنے بازوؤں میں سنبھالے ہوئے تھا دفعتاً اس کی نظریں کمرے کی ایک دیوار پر آویزاں وال ٹو وال اس تصویر پر ٹک گئیں جس میں ایک بپھرے ہوئے سمندر کا منظر تھا اور ایک نو عمر لڑکا چھوٹی سی کشتی کو سمندر کی طوفانی لہروں سے بچانے کے لیے چپو کو مضبوطی سے تھامے کھڑا تھا۔

مارشل نے اپنے جسم کو مزید کوئی حرکت دیئے بغیر جواد کے فضا میں بلند کیے ہوئے جسم کو ہوا میں اچھال دیا۔ جواد کا بدن کسی بھاری پتھر کی طرح تصویر کے ساتھ ٹکرایا تھا۔ پھر کمرے میں موجود لوگوں نے پہلے جواد کے جسم کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھا اور اس کے بعد اس کے جسم پر دیوار سے اکھڑ کر گرتی ہوئی اسی بھاری تصویر کو کمرے سے باہر بہت سے قدموں کے دوڑنے کی آواز

ایک دم ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ پھر ایک عجیب سا انسانی پیکر دروازے پر نمودار ہوا تھا۔ اس کے جسم پر سیاہ چست لباس تھا۔ طویل قد کے اس پیکر کا چہرہ بھی سیاہ رنگ ہی کے ایک نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ اور اس نقاب میں سے دو بڑی بڑی چمک دار گہری اور تیز آنکھیں بہت مشاقی کے ساتھ کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"جلدی کرو! ہم نے پہلے ہی بہت وقت صرف کر دیا ہے!"

صرف چند لمحوں کے جائزے کے بعد اس سیاہ لباس کے نقاب پوش نے مطمئن اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔ اس نے یہ جملہ کمرے میں موجود لوگوں ہی سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے کمرے میں سناٹا پھیل گیا ہو۔ صفدر نے بے یقینی کے ساتھ سر اٹھا کر اس نقاب پوش کی طرف دیکھا۔ اس کے ایک ہی جملے نے عمران کے بازوؤں میں ڈولتی ہوئی جولیا کی آنکھیں بھی یک لخت کھول دی تھیں۔ تکلیف کی شدت سے بند ہوتی ہوئی آنکھوں کو نیم وا کر کے جولیا نے دروازے کے درمیان کسی فاتح کی طرح کھڑے ہوئے

اس نقاب پوش کو دیکھا اور ایک جملہ بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا :

" ایکس ٹو..... سر..... آپ.....؟"

جولیا اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور سر ایک بار پھر ڈھلک گیا تھا!!



"جعلی تصویریں اور ڈیزائن بنانے والے جعل ساز مجرم محمد صدیق کے میک اپ میں جواد سے ملنے کا فیصلہ میں نے جان بوجھ کر کیا تھا"

عمران نے سنجیدگی سے اپنے ارد گرد بیٹھے ہوئے سیکرٹ سروس کے کارکنان کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے کہا۔

"جواد یونیورسٹی میں میرا کلاس فیلو رہا تھا اور میں تعلیم سے فارغ ہونے کے کئی سال بعد بھی اس کی نفسیات سے بے خبر نہیں ہو سکا تھا۔ وہ ایک تیز طرار خود غرض اور مکار طبیعت کا مالک نوجوان تھا۔ وہ ہمیشہ سے کسی ایسے کام کو سرانجام دینے کی جستجو میں تھا جو اس کا نام اور اس کی حیثیت دوسرے لوگوں کے درمیان ممتاز کر سکے"

عمران اتنا کہہ کر ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا اور کرسی پر نیم دراز جولیا کی طرف مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ وہ سب لوگ اس وقت جولیا ہی کے فلیٹ میں

جمع ہوئے تھے۔ جواد کی چلائی ہوئی گولیوں میں سے ایک نے جولیا کے بازو کو چھید دیا تھا۔ شکر ہوا تھا کہ گولی بازو کی ہڈی کو چھوئے بغیر صرف گوشت کو چیرتی ہوئی گذر گئی تھی۔ جولیا کے بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور یہ بازو اس کے گلے میں بندھی ہوئی ایک دواری پٹی میں رکھا ہوا لٹک رہا تھا۔ ڈاکٹر نے زخم کے جلدی بھرنے کے خیال سے جولیا کو گھر پر رہ کر مکمل آرام کرنے کی ہدایت کی تھی۔ جولیا کا یہ ڈاکٹر سیکرٹ سروس کا ایک اور رکن چوہان ہی تھا جو اس وقت بھی جولیا کی طرف ہمدردی کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ایک آرم چیئر پر صفدر بیٹھا غور سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے سر پر بڑی سی پٹی بندھی تھی۔

"آپ بھی بہت بڑے ایکٹر ہیں عمران صاحب!"

وہ برابر عمران کو دیکھتا ہوا مسکرا کر بولا:

"ساری دنیا کا فلسفہ آپ نے جس سنجیدگی کے ساتھ ڈاکٹر بھرمیرے اس بھیجے میں انڈیلا تھا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔"

"اپنی اس فن کاری کا تو مجھے خود ہی اعتراف ہے صفدر بھائی!"

عمران نے اسی طرح کہا جیسے وہ کسی غلطی کا اعتراف کر رہا ہو۔

"ایکس۔ ٹو نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے ٹیلی فون پر اس کے ساتھ "موبی ڈک دی وائٹ" پر بحث چھیڑ دی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ تم نے تازہ تازہ نہ صرف اس کتاب کا مطالعہ فرمایا ہے بلکہ اس کتاب کے جادو میں بھی گرفتار ہو۔ لہذا میں نے مناسب یہ ہی سمجھا کہ تمہارے ساتھ تمہارے ہی پسند کے موضوعات پر گفتگو کی جائے۔ کیوں کہ اسی صورت میں تم مجھ سے الجھے بغیر خاموشی سے طے شدہ پلاننگ پر عمل کر سکتے ہو"

"لیکن پلاننگ کی تو ایسی تیسی پھیر دی آپ کے اس..."
صفدر نے جلدی سے کہا۔

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہوگی۔ جواد کا آدمی جولیا کو اپنے ساتھ نہیں لایا۔ تم نے اس وقت اپنی ذاتی منصوبہ بندی سے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ پھر تمہارے پیچھے ہی چپ چاپ ساتھ چلنے کا خیال آگیا ورنہ ممکن تھا کہ ہم ......"

عمران نے جملہ ادھورا چھوڑ کر جولیا کی طرف ایک بار پھر دیکھا

"ورنہ ممکن تھا کہ ہم بے چاری جولیا سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاتے "۔

"کیا مطلب ہے تمہارا...."

جولیا نے آہستگی سے ہاتھ اوپر اٹھا کر جیسے احتجاج کیا تھا۔

"تمہارے خیال میں کیا تمہارے علاوہ مجھے اور کوئی چھڑانے کے لیے نہ آتا.... تم کیا سمجھتے ہو ایکس ٹو مجھے خاموشی سے ان لوگوں کے نرغے میں چھوڑ کر بیٹھ جاتا۔

"ایکس۔ ٹو... آخ چہ خوب....!"

عمران نے شدید طنزیہ انداز میں کہا:

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ایکس۔ٹو نام کے جس چوہے کو تم اپنا خیر خواہ سمجھتی ہو۔ اس نے مجھے منع کر دیا تھا کہ سیکرٹ سروس کے ایک معمولی کارکن کے لیے ہم کو ایک بین الاقوامی مجرم کو چھوڑنے کا خیال اپنے ذہن سے نکال لینا چاہیے۔ پتہ ہے کتنی مشکل سے میں نے تمہارے اس ایکس ٹو اور سر سلطان کو منت سماجت سے اس بات پر رضامند کیا کہ وہ صرف چوبیس گھنٹے کے لیے مصدق کو میرے حوالے کر دیں اور ان سے چوبیس گھنٹے کے ادھار پر حاصل کیا ہوا یہ مجرم میں بروقت ان کو واپس لوٹا دوں گا۔

"اُدھار کا مجرم.... واہ کیا بات ہے!"
صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا پھر وہ اچانک رُکا..
"عمران صاحب...."
اس نے کچھ یاد کرتے ہوئے کہا۔
"جو ڈرائیور آپ کو اور مجھے لے کر کم کم ریسٹوران پہنچا تھا۔ وہ کون تھا.... کہیں وہ...."
"ہاں تمہارا خیال درست ہے!"
عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا!
"وہ مارشل تھا۔ اور جب ہم ریسٹوران میں داخل ہو گئے اور جواد کے بھیجے ہوئے آدمی بھی اندر آ گئے تو اس وقت وہ اس گاڑی کی ڈکی میں جا کر چھپ گیا تھا جس میں لاد کر ہمیں اس عمارت تک لایا گیا تھا اور پھر وہیں سے مارشل نے ایکس۔ٹو کو درست لوکیشن کے بارے میں بتایا تھا ورنہ ظاہر ہے کہ ایکس۔ٹو بے چارے کو غیب کا علم تو نہیں تھا کہ ہم کہاں ہیں۔"
"اوہ.... زبردست...."
صفدر نے آہستگی سے سر ہلایا۔
"کیا شاندار پلاننگ تھی آپ کی... ایک شاندار....!"
"کیا خاک شاندار تھی اس کی پلاننگ....!"

جولیا نے جل کر تیزی سے کہا؛

"خود تو اپنے جسم پر خراش تک نہ آنے دی اور ہمیں..."

جولیا نے پہلے [illegible] کی [illegible] اور پھر صفدر کے زخمی سر کی طرف دیکھتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

"تو پھر آپس بیچ میں... مر جانے دیا ہوتا مجھے!"

عمران نے جیسے چڑ کر کہا۔ پھر اس کی نظریں صفدر سے ٹکرائیں جو اس کی طرف دیکھ کر ذومعنی انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"اوہ نہیں تو [illegible]"

عمران نے اسی طرح چڑتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہ رہتا بانس نہ بجتی بانسری...!"

خیر بانسری کا لفظ تم پر فٹ نہیں بیٹھتا۔

جولیا بے اختیار ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"تمہارے لیے درست محاورہ یہ ہے کہ نہ رہتا بانس نہ بجتا بھونپو!"

ڈرائنگ روم مختلف قہقہوں کے آپس میں ٹکرانے سے ایک دم گونج اٹھا تھا۔

ننھے مُنے ساتھیو !

آپ کے آرڈر ملے۔ مگر ہم تعمیل نہ کر سکے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ حکومت نے ڈاک خرچ میں دُگنے سے بھی زیادہ اضافہ کر دیا ہے جب آپ ایک کتاب کا آرڈر دیتے ہیں۔ تو اس پر ڈاک خرچ -/۴ روپے آتا ہے۔ اب آپ دیکھیں -/۵۰۔۷ روپے کی کتاب اور اس پر ڈاک خرچ -/۴ روپے اگر آپ کو آدھا ڈاک خرچ بھی لگائیں تو وی پی -/۵۰۔۹ روپے کی ہوتی ہے۔ اب جب وی پی آپ وصول کریں گے تو آپ کو -/۵۰۔۹ روپے کے علاوہ -/۲ روپے منی آرڈر فیس بھی دینا ہوگی اس طرح -/۵۰۔۷ روپے کی کتاب آپ کو -/۵۰۔۱۱ روپے میں پڑے گی۔ وہ بھی اس صورت میں آدھا ڈاک خرچ ادارہ ادا کرے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ہم آپ کی خواہش کی تکمیل کیسے کریں۔

سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں۔ کہ آپ سے معذرت کریں۔ اب تو اُن ہی بچوں کے آرڈر کی تعمیل ہوگی۔ جس کا مجموعی وی پی -/۳۰ روپے تک ہو اس سے کم تعمیل ممکن نہیں۔

اب آپ کتاب اپنے شہر کے قریبی بک سٹال سے ہی طلب کریں۔

سرکولیشن مینجر

نیا مکتبہ اقراء لاہور